ہفت روزہ
# ندائے خلافت
لاہور
10
www.tanzeem.org
18 تا 24 جمادی الاوّل 1436ھ/10 تا 16 مارچ 2015ء

## احساسِ ذمہ داری

ایک بدو امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ مانگا۔ امیر المومنین نے فرمایا: ''میرے گھر میں آج کی روٹی کے سوا اور کوئی چیز نہیں۔''

بدو مایوس ہو کر چلا گیا۔ وہ بلند آواز سے کہتا جا رہا تھا: ''بخدا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ آپؓ سے میرے متعلق باز پرس کرے گا۔''

اس پر امیر المومنین رو پڑے اور اتنا روئے کہ ہچکی بندھ گئی۔ پھر بدو کو بلایا اور اپنے غلام کو آواز دی:

''قنبر! میری زرہ لے آؤ۔''

قنبر زرہ اُٹھا لایا۔ امیر المومنین نے زرہ بدو کو دیتے ہوئے کہا: ''دیکھو تمہیں کوئی ٹھگ نہ لے۔ یہ بڑی قیمتی زرہ ہے۔ اس سے میں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر اُمڈتی ہوئی پریشانیوں کو بارہا دور کیا ہے۔''

''امیر المومنین، بدو کے لیے بیس درہم کافی تھے۔'' قنبر نے عرض کی۔

''قنبر! اگر یہ دنیا میرے لیے سونا اور چاندی بن جائے اور میں سب کی سب اس شخص کو دے دوں، تب بھی مجھے کوئی کوفت نہ ہوگی۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے اس شخص کے بارے میں جو میرے سامنے کھڑا ہے، باز پرس کی، تو میں کیا جواب دوں گا۔''

حکمران صحابہ رضی اللہ عنہم
محمود احمد غضنفر

### اس شمارے میں

کراچی کرچی کرچی کیوں؟
ایمان کے بنیادی لوازم
......قافلہ سالار بھی ہے؟
ریاست پر کسی مذہب کا حق نہ ہونا
فرقہ وارانہ دہشت گردی
ایک شخص پوری قوم کو لے ڈوبا
کیا اسی کا نام اخلاق ہے؟
طلبِ دین، علمِ دین
تنظیم اسلامی کی دعوتی سرگرمیاں

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

## دعوت دین کے تین مدارج (ii)

سُورۃُ النّحل — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — آیت 125

اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَ الۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَ جَادِلۡہُمۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّکَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ وَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُہۡتَدِیۡنَ ﴿۱۲۵﴾

حکمت کے بعد دوسرا درجہ ''موعظہ حسنہ'' کا ہے' یعنی اچھا خوبصورت وعظ۔ یہ درجہ عوام الناس کے لیے ہے۔ کسی بھی معاشرے میں اکثریت ایسے لوگوں پر مشتمل ہوتی ہے جن کے ذہنوں میں عقل اور منطق کی چھلنیاں نہیں لگی ہوتیں۔ چنانچہ ایسے لوگوں کے لیے منطقی مباحث اور فلسفیانہ تقاریر ''تکلیف مالا یطاق'' کے مترادف ہیں۔ ان کے دل کھلی کتاب اور ذہن صاف سلیٹ کی مانند ہوتے ہیں' آپ ان پر جو لکھنا چاہیں لکھ لیں۔ ایسے لوگوں کو دعوت دینے کے لیے ان کے جذبات کو اپیل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ پُر تاثیر وعظ اور خلوص و ہمدردی سے کی گئی بات سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ ان کو احساس ہو جاتا ہے کہ داعی ہم پر اپنے علم کا رعب نہیں ڈالنا چاہتا' ہم پر دھونس نہیں جمانا چاہتا' وہ ہم سے اظہارِ نفرت نہیں کر رہا' ہماری تحقیر نہیں کر رہا' بلکہ اس کے پیش نظر ہماری خیر خواہی ہے۔ چنانچہ داعی کے دل سے نکلی ہوئی بات ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کے مصداق سیدھی ان کے دلوں میں اتر جاتی ہے۔

دعوتِ حق کا تیسرا درجہ ﴿جَادِلۡہُمۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ﴾ اُن عناصر کے لیے ہے جو کسی معاشرے میں خلقِ خدا کو گمراہ کرنے کے مشن کے علمبردار ہوتے ہیں۔ آج کل بہت سی تنظیموں کی طرف سے باقاعدہ پیشہ وارانہ تربیت سے ایسے لوگ تیار کر کے میدان میں اتارے جاتے ہیں۔ یہ لوگ خلوص و اخلاص سے کی گئی بات کو کسی قیمت پر ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ ہر حال میں اپنے نظریے اور موقف کی طرف داری کرنا ان لوگوں کی مجبوری ہوتی ہے' چاہے وہ کسی علمی و عقلی دلیل سے ہو یا ہٹ دھرمی سے۔ ایسے لوگوں کو مسکت جواب دے کر لاجواب کرنا ضروری ہوتا ہے' ورنہ بعض اوقات عوامی سطح کے اجتماعات میں اُن کی بحث برائے بحث کی پالیسی بہت خطرناک ہو سکتی ہے' جس سے عوام الناس کے ذہن منفی طور پر متاثر ہو سکتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے بحث و مباحثہ کے عمل کو ہمارے ہاں ''مناظرہ'' کہا جاتا ہے' جبکہ قرآن نے اسے ''مجادلہ'' کہا ہے۔ بہرحال قرآن نے اپنے پیروکاروں کے لیے اس میں بھی اعلیٰ معیار مقرر کر دیا ہے کہ مخالفین سے مجادلہ بھی ہو تو احسن انداز میں ہو۔ اگر آپ کا مخالف کسی طور سے گھٹیا پن کا مظاہرہ بھی کرے تب بھی آپ کو جواب میں اچھے اخلاق کا دامن ہاتھ سے چھوڑنے کی اجازت نہیں' جیسا کہ سورۃ الانعام کی آیت ۱۰۸ میں حکم دیا گیا: ﴿وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدۡوًۢا بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ؕ﴾ ''اور جن کو یہ (مشرک) اللہ کے سوا پکارتے ہیں انہیں برا بھلا نہ کہو کہ کہیں یہ بھی بغیر سوچے سمجھے مخالفت میں اللہ کو برا بھلا کہنے لگ جائیں''۔ آج کل مختلف مذاہب کی تنظیمیں مثلاً عیسائی مشنریز باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت اسلام کو ہدف بنانے کے لیے کچھ خاص موضوعات اور مسائل کو ایک مخصوص انداز میں پیش کرتی ہیں۔ یہ لوگ ایسے موضوعات و مسائل پر مناظرے کرنے کے لیے باقاعدہ ٹریننگ کے ذریعے سپیشلسٹ (specialist) تیار کرتے ہیں۔ ایسے پیشہ وارانہ لوگوں کے مقابلے اور مجادلے کے لیے داعیانِ حق کو خصوصی تعلیم و تربیت دینے کی ضرورت ہے۔

ہفت روزہ
لاہور
# ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

10 تا 16 مارچ 2015ء — جلد 24
18 تا 24 جمادی الاوّل 1436ھ — شمارہ 10

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگرانِ طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-36293939
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# کراچی کرچی کرچی کیوں؟

بیسویں صدی کے چھٹے عشرہ کے آغاز میں، جب خود ساختہ فیلڈ مارشل ایوب خان کا مارشل لاء جو پاکستان کا پہلا مارشل لاء تھا ابھی جوان بھی تھا اور زور آور بھی، چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے ایک شاہی حکمنامہ کے تحت دارالحکومت کو کراچی سے راولپنڈی کے قریب ایک نیا شہر آباد کر کے منتقل کرنے کا اعلان کر دیا۔ فوجی حکومت نے انتہائی فیاضی اور دریا دلی سے کام لیتے ہوئے عوام کو نئے شہر یعنی پاکستان کے نئے دارالحکومت کا نام تجویز کرنے کی دعوت دی۔ یہ بھی اعلان کیا گیا کہ جس شہری کا تجویز کردہ نام حکومت پسند کرے گی، اسے پانچ ہزار روپیہ نقد انعام دیا جائے گا جو اُس زمانہ میں ایک معقول رقم تھی۔ اسلام آباد کا نام فائنل ہوا۔ نئے شہر کی تعمیر اور دارالحکومت کی منتقلی کا کام بڑی تیزی سے شروع ہو گیا۔

برصغیر کی تاریخ میں یہ کام یعنی دارالحکومت کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل کرنا تغلق بادشاہ فیروز شاہ تغلق کر چکا تھا۔ وہ منتقلی نہ صرف عوام بلکہ خود بادشاہ کو بھی بہت مہنگی پڑی تھی اور اس نے خرابی بسیار کے بعد اپنا یہ فیصلہ واپس لے لیا تھا۔ جب کراچی کی بجائے اسلام آباد کو نئے دارالحکومت کے طور پر منتخب کیا گیا تو ہمارا ذہن اُس وقت بھی اس تاریخی واقعہ کی طرف منتقل ہوا تھا اور ہم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ پاکستان اور خصوصاً اہل کراچی کے لیے یہ فیصلہ خیر و برکت کا باعث بنے، اچھے اور خوشگوار نتائج کا حامل ہو۔ آغاز کے بیس بائیس برس میں تو دو طرفہ اچھی خبریں ملیں، یعنی اسلام آباد نے بھی بحیثیت شہر تیزی سے ترقی کی اور کراچی کی رونقیں بھی ماند نہ پڑیں۔ کراچی کے وہ لوگ جنہیں مرکز کی ملازمت کی وجہ سے اسلام آباد رہائش منتقل کرنا پڑی تھی، انہوں نے آغاز میں اسلام آباد کی سردی کا ذکر کیا، لیکن جلد ہی وہ موسم اور حالات سے مانوس ہو گئے۔ ملک کے دوسرے حصوں سے بھی لوگ اسلام آباد کی طرف متوجہ ہوئے اور اسلام آباد دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتا چلا گیا۔ کراچی چونکہ ایک اہم بندرگاہ بھی تھی لہٰذا تاجر پیشہ لوگوں کی کثیر تعداد اپنا کاروبار جمانے اور بڑھانے کراچی کا رخ کرنے لگی۔ تجارتی سرگرمیوں میں اضافہ کی وجہ سے ملک کا غریب طبقہ بھی روزگار کمانے کے لیے کراچی کو ترجیح دینے لگا۔ لہٰذا بالعموم دارالحکومت کی منتقلی کے فیصلہ کو سراہا گیا۔ علاوہ ازیں تقسیم کے بعد چونکہ ہندوستان سے ہجرت کرنے والے لوگوں کی بہت بڑی اکثریت کراچی آباد ہوئی تھی لہٰذا بعد میں ہندوستان سے آنے والے لوگ بھی کراچی میں اپنے عزیز و اقارب کے پاس ٹھکانہ ڈھونڈتے۔ یوں کراچی کی آبادی بے تحاشا بڑھتی چلی گئی۔ ظاہر ہے مسائل بھی بڑھتے چلے گئے۔ دوسری طرف کراچی اب مرکزی حکومت کا دارالحکومت نہیں رہا تھا بلکہ وہ سندھ کا دارالحکومت بن گیا۔ اب کراچی کے مسائل اور اس کی سیکیورٹی پر پہلی سی توجہ نہ دی گئی۔ ہمارے حکمران بھول گئے کہ کراچی مغربی پاکستان کی واحد بندرگاہ ہے۔ کراچی پاکستان کا تجارتی حب ہے اور سارے مغربی پاکستان کی درآمدات و برآمدات کراچی کے راستے سے ہوتی ہیں۔ اسی وجہ سے کراچی کا پاکستان کا سب سے بڑا شہر بن جانا ایک منطقی بات تھی۔ لہٰذا وہ کراچی جو پاکستان کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا تھا، انتظامی بے توجہی کا شکار ہوتا چلا گیا۔ ملک میں چونکہ مارشل لاء تھا، پریس اور آزادیٔ صحافت کا گلا گھونٹ دیا گیا

تھا، سیاسی کارکن سخت آزمائش سے گزر رہے تھے، لہٰذا عوام اور حکومت میں تعلق قریباً منقطع ہو چکا تھا۔ سرکاری پریس، ریڈیو اور بعد ازاں ٹیلی ویژن سب اچھا کی زوردار صدائیں لگا رہے تھے۔ خوشامدی وزیر اور افسران بھی ایسے مواقع پر حاکم کو اس کی مقبولیت کے افسانے گھڑ گھڑ کر سناتے ہیں۔

کراچی میں اُن دنوں میں اسلامی جماعتوں کو کافی مقبولیت حاصل تھی، لیکن ظاہر ہے وہ عوامی سطح پر مسائل حل کرنے کی پوزیشن میں نہ تھیں۔ اگرچہ یہ بھی حقیقت ہے کہ انہوں نے وہ کام بھی نہ کیا جو وہ کر سکتے تھے، یعنی سیاست سے بالاتر ہو کر دین کی دعوت کا کام عوام میں کرتے، اسلامی شعائر کا ڈٹ کر دفاع کرتے تو عوام سے ان کا غیر سیاسی تعلق تو قائم رہتا۔ پھر وہ عوام کو بتاتے کہ اسلامی نظام کیا ہے؟ اس کی برکات وثمرات سے لوگوں کو آگاہی فراہم کرتے اور اپنا کردار بطور نمونہ عوام کے سامنے پیش کرتے تو حالات بہت مختلف ہوتے۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ وہ ایسا نہ کر سکے۔ ایسی صورت میں خلا کا پیدا ہو جانا بڑی منطقی بات تھی اور ایسے خلا کو کوئی لسانی یا علاقائی تعصب ہی پُر سکتا ہے۔ لہٰذا کراچی میں لسانی اور اندرونِ سندھ میں علاقائی تعصب نے اپنے اثرات مرتب کرنے شروع کر دیے۔ لیکن ایوب اور یحییٰ خان کے بعد ذوالفقار علی بھٹو نے روٹی، کپڑا اور مکان کا نعرہ لگا کر انسان کے بنیادی اور جبلی تقاضوں پر دستک دی، جس سے لسانی اور علاقائی تعصب وقتی طور پر دب گیا یا زیر زمین چلا گیا، لیکن جلد ہی ''روٹی، کپڑا اور مکان'' کے نعرے کا سحر ٹوٹنا شروع ہو گیا۔ بھٹو کا تعلق دیہی سندھ سے تھا، ظاہر ہے کچھ نہ کچھ علاقائی تعصب کا بھٹو بھی حامل تھا۔ پھر یہ کہ اُس کی سیاسی مجبوری تھی، اندرون سندھ اُن کا حلقہ انتخاب بھی تھا، لہٰذا اُس نے بعض ایسے اقدامات کیے جسے اہل کراچی کی اکثریت نے قبول نہ کیا۔ مثلاً ملازمتوں میں دس سال کے لیے دیہی سندھ کو خصوصی کوٹہ الاٹ کر دیا گیا۔ یہ دس سال آج بیالیس سال ہوئے، ختم نہ ہوئے اور کوٹہ سسٹم ابھی تک جاری ہے۔ اس کوٹہ سسٹم کو خصوصاً مہاجر اپنے اوپر بہت بڑی زیادتی گردانتے ہیں۔ بھٹو کے بعد پاکستان ایک بار پھر مارشل لاء کی نذر ہو گیا۔

جنرل ضیاء الحق نے پہلے پاکستان پیپلز پارٹی سے اقتدار چھینا، پھر ایک مشکوک عدالتی کارروائی کے ذریعے ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی چڑھا دیا جو اہل سندھ کے لیے ایک بہت بڑا چرکہ تھا۔ یہ ایک ایسا زخم تھا جو آج تک صحیح طور پر مندمل نہیں ہو سکا۔ جنرل ضیاء الحق کو سندھ میں پاکستان پیپلز پارٹی کو کاؤنٹر کرنے کے لیے کسی جماعت یا گروہ کی حمایت کی ضرورت تھی، لہٰذا جرنیل صاحب نے کراچی میں لسانی تعصب کی سلگتی ہوئی چنگاری کو ہوا دی اور ایم کیو ایم شعلہ کی صورت اختیار کر گیا۔ الطاف حسین جو سٹوڈنٹ لیڈر تھے اور ایک روایت کے مطابق کسی موقع پر کچھ لوگوں نے انہیں مارا پیٹا، لہٰذا معاملہ گروہی کے ساتھ ساتھ ذاتی بھی بن گیا۔ الطاف حسین کا ایک خاص نرالا اور انوکھا انداز بیان ہے۔ انہوں نے اس انداز بیان سے اس لسانی تعصب کو خوب ہوا دی۔ ایم کیو ایم ایک سیاسی جماعت بن گئی لیکن اصل اور کلیدی حیثیت اس کے عسکری ونگ کو حاصل ہو گئی۔ اس لیے بھی کہ ایم کیو ایم کے ارکان کی عظیم اکثریت مالی لحاظ سے کمزور لوگوں پر مشتمل تھی۔ زیادہ تر ملازم پیشہ لوگ تھے جو بمشکل اپنے گھریلو اخراجات پورے کرتے تھے۔ یہ غریب اور متوسط طبقہ سے تعلق رکھنے والے کارکن اپنے چندے سے جماعت کے اخراجات پورے نہیں کر سکتے تھے۔ جماعت پھیل رہی تھی اور اس کے اخراجات میں اضافہ ہو رہا تھا۔ لہٰذا انہیں بھتہ خوری کا راستہ دکھایا گیا۔ تاجروں کے انکار پر تشدد کا سہارا لیا گیا' باقاعدہ ٹارچر سیل قائم کیے گئے۔ جرم چھپانے کے لیے میڈیا کو قابو کیا گیا۔ تعاون نہ کرنے والوں اور مزاحمت کرنے والوں کی بوری بند لاشیں کراچی کی سڑکوں پر ملنا شروع ہو گئیں۔ ہڑتال کا اعلان کیا جاتا، جس کے لیے تاجر یونین کو دھمکیاں دی جاتیں۔ ہڑتال کی اعلان کردہ تاریخ سے ایک دن پہلے بازاروں میں فائرنگ کی جاتی اور بزورِ بازو ہڑتال کامیاب کروائی جاتی۔ بالفاظ دیگر سارے کراچی پر اس جماعت کا خوف مسلط ہو گیا۔ 1992ء میں میاں نواز شریف کی حکومت میں جب جنرل آصف باجوہ آرمی چیف تھے، ایم کیو ایم کے خلاف کراچی اور حیدر آباد میں آپریشن کیا گیا، لیکن ایک تو یہ آپریشن ضروری ہوم ورک کے بغیر شروع کر دیا گیا اور دوسرا یہ کہ وزیر اعظم نواز شریف اور آرمی چیف بہت سے معاملات میں متفق نہ تھے اور ان کے درمیان اختلافات کی خبریں عام تھیں۔ وزیر اعظم اور آرمی چیف دونوں سندھ کے شہروں میں ایم کیو ایم کے رول سے ناخوش تھے، لیکن ان میں باہم رابطہ درست انداز میں استوار نہ تھا۔ حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے الطاف حسین نے کراچی سے نکل جانے میں عافیت سمجھی اور وہ لندن جا بیٹھے اور آج تک وہاں سے اپنی جماعت کو کنٹرول کر رہے ہیں۔

1992ء کے نامکمل اور غیر ذمہ دارانہ آپریشن نے ایم کیو ایم کو مظلوم جماعت بنا دیا۔ اور وہ 1992ء کے آپریشن کا آج تک اسی طرح ذکر کرتے ہیں جیسے یہودی ہولوکاسٹ کا ذکر کرتے ہیں۔ 1999ء میں پرویز مشرف نے نواز شریف کا تختہ الٹ کر ملک میں مارشل لاء لگا دیا۔ وہ پرویز مشرف جو کور کمانڈر کی حیثیت سے ایم کیو ایم کے خلاف زبردست ریمارکس دے چکے تھے اور اس جماعت کے بارے میں ایسے سخت اور مخالفانہ الفاظ استعمال کیے جو پہلے کبھی نہ کیے گئے تھے، اُسی پرویز مشرف نے نواز شریف کی سیاسی قوت کو زیر کرنے کے لیے ایم کیو ایم کو اتحادی بنا لیا۔ 12 مئی 2007ء کو جب ایم کیو ایم نے وقت کے چیف جسٹس کو کراچی ایئر پورٹ سے باہر نہ آنے دیا اور ایک ہی دن میں کراچی میں پچاس کے قریب لوگوں کو ہلاک کر دیا تو (باقی صفحہ 14 پر)

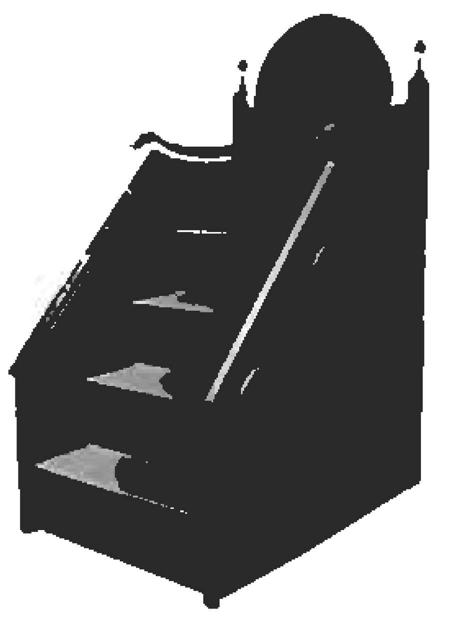

# ایمان کے بنیادی لوازم اور منطقی تقاضے

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 27 فروری 2015ء کے خطابات جمعہ کی تلخیص

مرتب: حافظ محمد زاہد

خطبۂ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

حضرات! سورۃ التغابن کے دوسرے رکوع کی ابتدائی پانچ آیات ہمارے زیر مطالعہ ہیں' ان میں سے پہلی تین آیات پر گفتگو ہو چکی ہیں جن میں ایمان کے تین منطقی نتائج کا بیان تھا: (1) تسلیم و رضا، (2) اللہ اور رسولؐ کی اطاعت' اور (3) توکل —— توکل کے حوالے سے میں نے عرض کیا تھا کہ یہ ایمان کا مغز اور نچوڑ ہے۔ توکل کی اہمیت کے حوالے سے چند احادیث آج میں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔

پہلی حدیث صحیح مسلم کی ہے اور اس کے راوی حضرت صہیب رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَہٗ کُلَّہٗ خَیْرٌ وَلَیْسَ ذَاکَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ)) ''مومن کا معاملہ بڑا عجیب (بہت خوبصورت اور بہت عمدہ) ہے اس لیے کہ اس کا ہر کام اس کے لیے خیر بن جاتا ہے۔ اور یہ شرف سوائے بندۂ مومن کے کسی اور کو حاصل نہیں ہے''۔ آگے اللہ کے رسول ﷺ اس کی تفصیل بیان فرماتے ہیں: ((اِنْ اَصَابَتْہُ سَرَّاءُ شَکَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَّہٗ وَاِنْ اَصَابَتْہُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَّہٗ)) ''اگر اسے کوئی خوشی پہنچتی ہے (یعنی دنیوی اعتبار سے کوئی فائدہ پہنچتا ہے) تو وہ اللہ کا شکر بجا لاتا ہے تو یہ اس کے لیے خیر ہے۔ اور اگر اسے کوئی تکلیف' مصیبت یا پریشانی آ جاتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لیے باعث ثواب ہے''۔ یہ تو بندۂ مومن کا رویہ ہے' جبکہ اس کے برعکس مصیبت آنے پر عام آدمی کا طرز عمل یہ ہوگا کہ وہ واویلا مچائے گا، دوسروں کے پاس جا کر رونا روئے گا کہ مجھ پر تو قیامت ٹوٹ پڑی ہے، میرے ساتھ تو یہ ہو گیا ہے۔ جبکہ بعض تو ذہنی و نفسیاتی مریض بن جائیں گے۔ لیکن بندۂ مومن کا معاملہ یہ ہے کہ جب اس کو کوئی تکلیف، کوئی مصیبت یا کوئی نقصان پہنچتا ہے تو اسے من جانب اللہ سمجھتے ہوئے اس پر صبر کرتا ہے۔ اس طرح ان دونوں صورتوں یعنی خوشی پر شکر کرنے اور تکلیف پر صبر کرنے میں اسے ثواب مل رہا ہے اور اللہ کی رضا حاصل ہو رہی ہے۔

مصائب پر صبر اور اس کے اجر کے حوالے سے ایک حدیث میں مذکور ہے کہ کسی کا چھوٹا بچہ اگر انتقال کر جائے اور وہ اس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کی محفل میں تعریف کے طور پر اس کا ذکر کرتے ہیں۔ پھر اس کا اجر و ثواب یہ ہے کہ وہ بچے اپنے والدین کی اُخروی نجات کا ذریعہ بنیں گے اور جنت میں اپنے والدین کا استقبال کرنے والے ہوں گے۔ بظاہر اولاد کا فوت ہو جانا بہت بڑا نقصان ہے' لیکن اس پر صبر کرنا سوائے بندۂ مومن کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ درحقیقت یہ صبر توکل علی اللہ کا نتیجہ ہے کہ انسان کو یقین ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے اللہ کی طرف سے ہو رہا ہے اور اس میں میرے لیے خیر ہے۔

توکل کے بارے میں دوسری حدیث جامع ترمذی کی ہے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((لَوْ اَنَّکُمْ کُنْتُمْ تَوَکَّلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ حَقَّ تَوَکُّلِہٖ لَرُزِقْتُمْ کَمَا یُرْزَقُ الطَّیْرُ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا)) ''اگر تم اللہ پر اس طرح توکل کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں اس طرح رزق دے گا جس طرح وہ پرندوں کو رزق دیتا ہے۔ وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں''۔ حقیقی توکل یہ نہیں ہے کہ کوئی نکما ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا ہے اور وہ کچھ کر بھی نہیں سکتا۔ پھر اسے دین کے باقی معاملات سے بھی کوئی سروکار نہیں ہے اور وہ دین کے تقاضوں کو پورا بھی نہیں کر رہا' لیکن وہ رزق کے معاملے کو اللہ پر چھوڑ دیتا ہے کہ یہ تو اللہ تعالیٰ مجھے دے گا۔ درحقیقت یہ توکل نہیں ہے' بلکہ اس سے اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہو۔

حقیقی توکل تو یہ ہے کہ ایک شخص میں روزی کمانے کی صلاحیت بھی موجود ہے اور وہ شخص ایمان کے جملہ تقاضوں کو بھی پورا کر رہا ہے۔ اس صورت میں اگر وہ اللہ پر توکل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دنیوی ضرورتوں کو غیب سے پورا کرتے ہیں اور اس جگہ سے رزق دیتے ہیں جہاں اس کا گمان تک نہیں ہوتا۔ ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے صحیح معنوں میں توکل کرتے ہوئے اپنی پوری زندگی اللہ کے لیے وقف کر دی۔ ایک مثال تو ہمارے سامنے ہے۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم و مغفور نے عین جوانی کی حالت میں میڈیکل پریکٹس چھوڑ دی اور اپنے آپ کو دین کے لیے وقف کر دیا۔ پھر وہ کبھی کسی کے پاس نہیں گئے اور ہاتھ پھیلانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں

ہوتا۔ انہیں یقین تھا کہ رازق تو اللہ تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا﴾ (ہود:6) ''اور نہیں ہے کوئی بھی چلنے پھرنے والا (جاندار) زمین پر، مگر اس کا رزق اللہ کے ذمہ ہے''۔ وہ اگر جانوروں، چوپایوں اور پرندوں کو رزق دیتا ہے تو وہ اپنے سچے بندوں کو بھی ضرور رزق عطا کرے گا۔

تیسری حدیث جامع ترمذی کی ہے اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((اَلزَّھَادَةُ فِی الدُّنْیَا لَیْسَتْ بِتَحْرِیْمِ الْحَلَالِ وَلَا اِضَاعَةِ الْمَالِ)) ''زہد صرف حلال کو حرام کر دینے اور مال کو ضائع کر دینے ہی کا نام نہیں''۔ زہد بہت عمدہ چیز ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ زاہد وہ شخص ہے جو لذات دنیوی سے کنارہ کش رہ کر فقر کی زندگی گزار رہا ہے۔ اول تو وہ دنیا کی آسائشوں کے لیے کوشش ہی نہیں کرتا اور اگر کہیں سے ملتی بھی ہیں تو ان کو بھی اللہ کی خاطر رد کر دیتا ہے۔ زہد کے حوالے سے یہ ہمارا تصور ہے، لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لینا اور جائز چیزوں سے بھی فائدہ نہ اٹھانا، زہد نہیں ہے۔ ((وَلٰکِنَّ الزَّھَادَةَ فِی الدُّنْیَا اَنْ لَا تَکُوْنَ بِمَا فِیْ یَدَیْكَ اَوْثَقَ مِمَّا فِیْ یَدَیِ اللّٰہِ)) ''بلکہ زہد یہ ہے کہ جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہے اس پر تمہیں اس سے زیادہ اعتماد نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے''۔ یہ توکل کا بہت اونچا مقام ہے کہ اسباب اور وسائل کے ہوتے ہوئے سارا اعتماد مسبب الاسباب پر ہو۔

توکل کے بارے میں اگلی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ یہ حضرت عباسؓ کے بیٹے ہیں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بڑی محبت تھی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بھی ان کا بڑا اونچا مقام ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں سواری میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((یَا غُلَامُ! اِنِّیْ اُعَلِّمُكَ کَلِمَاتٍ: اِحْفَظِ اللّٰہَ یَحْفَظْكَ، اِحْفَظِ اللّٰہَ تَجِدْہُ تُجَاھَكَ، اِذَا سَاَلْتَ فَاسْاَلِ اللّٰہَ، وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ)) ''اے لڑکے! میں تمہیں چند (مفید) باتیں بتاتا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ (کے احکام) کی حفاظت کر (یعنی ان کی پابندی کر) وہ تیری حفاظت کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ (کے احکام) کی حفاظت کر، تو اسے اپنے سامنے پائے گا۔ اور جب تو سوال کرے تو اللہ تعالیٰ ہی سے سوال کر۔ اور جب مدد مانگنی ہو تو اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگ''۔ اصل میں توکل یہی ہے کہ مانگنا صرف اللہ سے ہے کیونکہ سب کچھ اس کے ہاتھ میں ہے اور اصل مدد کرنے والا وہی ہے۔ نماز کی ہر رکعت میں بھی ہم اس کا عہد کرتے ہیں: ﴿اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۝﴾ ''پروردگار ہم صرف تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے اور ہم صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور چاہتے رہیں گے''۔ یہ ایمان کا حاصل ہے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰی اَنْ یَّنْفَعُوْكَ بِشَیْءٍ لَمْ یَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ کَتَبَہُ اللّٰہُ لَكَ، وَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی اَنْ یَّضُرُّوْكَ بِشَیْءٍ لَمْ یَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ کَتَبَہُ اللّٰہُ عَلَیْكَ، رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ)) ''اور یاد رکھ! ساری دنیا جمع ہو کر اگر تجھے کوئی فائدہ پہنچانا چاہے تو وہ تجھے کسی بات کا فائدہ اور نفع نہیں دے سکتی سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے مقدر کر رکھا ہے، اور اگر سارے لوگ مل کر تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو وہ تیرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے سوائے اس نقصان کے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مقدر کر رکھا ہو۔ اب تو قلم اٹھا لیے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔''

## پریس ریلیز 6 مارچ 2015ء

### پاکستان کے آئین کا بنیادی ڈھانچہ قرآن وسنت کی بالادستی پر استوار ہے
### اٹارنی جنرل کا عدالت میں یہ بیان کہ پاکستان کے آئین کا کوئی بنیادی ڈھانچہ موجود ہی نہیں، باعث تشویش ہے

### پاکستانی فوج کو سعودی عرب بھیجنے کی بجائے پاکستان ہی میں اپنی دفاعی ذمہ داریاں پوری کرنی چاہئیں

**حافظ عاکف سعید**

پاکستان کے آئین کا بنیادی ڈھانچہ قرآن وسنت کی بالادستی پر استوار ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ اگرچہ پاکستان کے آئین میں اسلام اور جمہوریت دونوں کو آئینی ڈھانچے کی بنیاد قرار دیا گیا ہے، لیکن آئین کے آرٹیکل 2-A کے تحت پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہے اور آئین کے مطابق کوئی قانون سازی قرآن وسنت کے احکامات کے برعکس نہیں کی جاسکتی، لہٰذا اسلام کو آئین کے بنیادی ڈھانچے میں بھی ترجیحی حیثیت حاصل ہے۔ انہوں نے اٹارنی جنرل پاکستان کے عدالت میں اس بیان پر سخت تشویش کا اظہار کیا کہ پاکستان کے آئین کا کوئی بنیادی ڈھانچہ موجود ہی نہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ ملک کو سیکولرازم کی طرف لے جانے کی ایک ناروا کوشش ہے جس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے گا۔ انہوں نے سعودی عرب میں وزیراعظم نواز شریف کے غیر معمولی استقبال کو خوش آئند قرار دیا۔ البتہ ان خبروں پر تشویش کا اظہار کیا کہ ماضی قریب میں پاکستان کو سعودی عرب کی طرف سے جو ڈیڑھ ارب ڈالر کا تحفہ ملا تھا، اب اس کے بدلے میں پاکستان سے مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ پاکستان اپنی فوج کا کچھ حصہ سعودی عرب بھیجے تاکہ وہاں سعودی بادشاہت کے مخالف عناصر کو کچلا جاسکے۔ انہوں نے کہا کہ یہ مسلمان فوج کو مسلمانوں کے خلاف لڑانے کی ایک ناپاک کوشش ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ پاکستانی فوج کو پھیلا کر اور منتشر کر کے کمزور کرنے کی دیرینہ امریکی سازش کا حصہ معلوم ہوتا ہے۔ ہمیں کسی دوسرے ملک میں اپنی فوج بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ پاکستان کی سرحدوں کو مشرق ومغرب دونوں اطراف سے خطرہ لاحق ہے لہٰذا فوج پاکستان ہی میں اپنی دفاعی ذمہ داریاں پوری کرے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت تنظیم اسلامی)

یہ چند ایک احادیث تھیں جو میں نے چاہا کہ توکل کی اہمیت کے حوالے سے ہمارے سامنے آجائیں۔

اب اگلی آیات (14اور15) کا مطالعہ کرتے ہیں۔آیت 14میں طبعی محبتوں کے ضمن میں احتیاط کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔اس حوالے سے فرمایا:

﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْھُمْ ج﴾

’’اے اہل ایمان! تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں بعض تمہارے دشمن ہیں۔لہٰذا ان کے معاملے میں ہوشیار رہو۔‘‘

یہ بات دنیا کے اعتبار سے بالکل اُلٹ ہے۔ہم تو سمجھتے ہیں کہ دنیا میں ہمارے سب سے زیادہ خیر خواہ ہمارے بیوی بچے ہیں‘ جبکہ اس آیت میں فرمایا گیا کہ تمہارے بیوی بچے تمہارے دشمن ہیں‘ لہٰذا ان سے ہوشیار رہو۔

دراصل یہ بات آخرت کے حوالے سے کی جارہی ہے۔اور ایمان بالآخرت کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ دیا گیا ہے وہ بطورِ آزمائش کے ہے۔ہمارے لیے مشکلات ہیں، تکالیف ہیں، رکاوٹیں ہیں، زبان بندی کردی گئی ہے یا پہرے لگادیے گئے ہیں تو یہ سب امتحان اور آزمائش کی شکلیں ہیں۔اسی طرح اگر خوشیاں آرہی ہیں، خیر آرہا ہے، اللہ کی نعمتیں ہیں، بارش برس رہی ہے تو اس میں بھی ہمارے لیے امتحان اور آزمائش ہے۔اس ضمن میں ہمیں چاہیے کہ ہم اس طور سے زندگی گزاریں کہ اس امتحان میں اللہ کے ہاں کامیاب وکامران قرار پائیں۔یہ نہ ہو کہ اگر کوئی خوشی یا کوئی اچھی نوکری مل گئی تو ہم پھولے نہیں سما رہے ہیں اور ہماری چال ہی بدل گئی ہے۔عام آدمی کو اب ہم خاطر میں ہی نہیں لا رہے ہیں۔یہ طرزِ عمل کسی طور پر بھی قابل تعریف نہیں ہے‘ بلکہ ہمیں جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ یہ خوشیاں اور نعمتیں دے کر ہمیں آزمارہا ہے۔

زیر مطالعہ آیت میں تو اللہ تعالیٰ نے یہاں تک فرمادیا کہ سب سے بڑی آزمائش تمہاری بیویاں اور اولاد ہیں۔اللہ نے ان کی محبت تمہارے دل میں ڈالی ہے۔یہ محبت تمہارے لیے آزمائش بن جاتی ہے اور پھر اس میں تم توازن کھو بیٹھتے ہو۔بیوی اور بچوں کی فرمائشیں پوری کرنے کے لیے، ان کو اچھا کھلانے اور پہنانے کے لیے، اور پھر بچوں کو اچھے تعلیمی اداروں سے تعلیم دلانے کے لئے تم حلال وحرام اور جائز وناجائز کی تمیز بھول جاتے ہو۔اس میں پھر یہ بھی ہے کہ جنہیں تم اپنا سب سے زیادہ خیر خواہ سمجھتے ہو آج کل جب کوئی بڑھاپے میں پہنچتا ہے تو اولاد بتادیتی ہے کہ وہ کتنے خیر خواہ تھے۔الا ماشاء اللہ!

چنانچہ اگر نظر آخرت پر ہو تو تمہاری اولاد اور بیوی ہی تمہارے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے۔اگر ان کی وجہ سے تم اپنی آخرت برباد کر بیٹھو تو حقیقی معنوں میں یہ تمہارے خیر خواہ نہیں، دشمن ہیں۔منطق یہی کہتی ہے اور قیامت میں جاکر معاملہ بھی یہی ہوگا۔قرآن مجید میں دو جگہ (سورۃ المعارج اور سورۂ عبس کے آخر میں) اس بات کا ذکر آیا ہے کہ جب مجرموں اور گناہ گاروں کو قیامت کے دن اپنا برا انجام نظر آرہا ہوگا تو اس وقت ان کی شدید ترین خواہش یہ ہوگی کہ کاش ہمارے گناہوں کے فدیے کے طور پر ہماری اولاد کو جہنم میں ڈال دیا جائے اور ہمیں جہنم سے خلاصی دے دی جائے۔اس حوالے سے فرمایا:

﴿یَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِئِذٍ ۢ بِبَنِیْهِ (11) وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِیْهِ (12) وَفَصِیْلَتِهِ الَّتِیْ تُـْٔوِیْهِ (13) وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۙ ثُمَّ یُنْجِیْهِ (14)﴾

(المعارج)

’’(اس روز) گنہگار خواہش کرے گا کہ کسی طرح اس دن کے عذاب کے بدلے میں (سب کچھ) دے دے یعنی اپنے بیٹے‘ اور اپنی بیوی‘ اور اپنے بھائی‘ اور اپنا خاندان جس میں وہ رہتا تھا‘ اور جتنے آدمی زمین میں ہیں (غرض) سب (کچھ دے دے) اور اپنے آپ کو عذاب سے چھڑا لے۔‘‘

آخرت میں جب حقیقت کھلے گی تو اس وقت یہ حال ہوگا کہ تم اپنے بیوی بچوں اور رشتہ داروں کو بطور فدیہ جہنم کی آگ میں ڈالنے کی خواہش کا اظہار کروگے تو عقل مندی کا تقاضا یہ ہے کہ تم ابھی سے سمجھ لو کہ یہ تمہاری آخرت کے لیے خطرہ ہیں۔اس لیے ان کے معاملے میں احتیاط سے کام لو اور انہیں اپنے لیے خطرہ سمجھو۔اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ اپنے گھر والوں اور بیوی بچوں کے ساتھ دشمنی شروع کردیں‘ بایں طور کہ ہاتھ میں ڈنڈا ہو اور آپ ہر وقت تھانیدار بنے ہوئے ہوں۔نہیں! یہ ماحول ہرگز مطلوب نہیں ہے‘ بلکہ تمہیں ان کے معاملے میں صرف محتاط رہنا ہے اور ان کے ساتھ تمہارا رویہ عفو ودرگزر والا ہونا چاہیے۔زیر مطالعہ آیت کے آخر میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔فرمایا:

﴿وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (14)﴾

’’اور اگر تم معاف کردیا کرو اور چشم پوشی سے کام لو اور بخش دیا کرو تو بے شک اللہ بھی بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔‘‘

یعنی بچوں کے ساتھ شفقت، نرمی اور عفو و درگزر کا رویہ مطلوب ہے‘ لیکن بچے کی تربیت کے حوالے سے بعض مواقع پر سختی کا بھی حکم ہے۔جیسے نماز کی پابندی کے حوالے سے احادیث میں مارنے تک کا حکم ملتا ہے‘ لیکن گھر میں مجموعی فضا خوف اور دہشت کی نہیں بلکہ محبت، نرمی اور عفوو درگزر والی ہو۔یہاں غور کیجیے کہ اس عفوو درگزر کے لیے دلیل یہ دی جارہی ہے کہ اللہ بھی تو غفور اور رحیم ہے اور اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری خطاؤں اور غلطیوں پر تمہیں معاف فرمائے تو پھر تمہیں بھی اپنی اولاد اور اپنی بیویوں کے ساتھ یہی رویہ اختیار کرنا چاہیے۔

زیر مطالعہ آیت میں تو بیوی اور اولاد کو انسان کے اُخروی انجام کے لیے خطرہ قرار دیا گیا ہے‘ جبکہ اگلی آیت (15) میں ان کے ساتھ مال کو بھی شامل کرکے اسے بھی فتنہ قرار دے دیا گیا۔اس بارے میں فرمایا:

﴿اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ ط وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ (15)﴾

’’بلاشبہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد (تمہارے حق میں) فتنہ ہیں‘ اور اللہ ہی ہے جس کے پاس بڑا اجر ہے۔‘‘

یہ مال بھی ذریعہ آزمائش ہے اس لیے کہ مال کی شدید محبت بھی انسان کے اندر ڈالی گئی ہے۔سورۃ العادیات میں فرمایا:﴿ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ (8)﴾ ’’اور یقیناً یہ مال کی محبت میں بڑا سخت ہے‘‘۔چنانچہ مال کے ذریعے بھی آزمائش ہو رہی ہے اور جس کو جتنا زیادہ مل گیا اس کے لیے اتنی بڑی آزمائش ہے۔یہ مال کی محبت ہی ہے کہ اگر یہ سیدھے اور جائز راستے سے نہیں مل رہا تو یہ محبت انسان کو ناجائز راستہ اختیار کرنے کے لیے مجبور کرتی ہے۔

بہرحال سورۃ التغابن کی زیر مطالعہ پانچ آیات (11 تا 15) میں ہمیں اپنے ایمان کو پرکھنے کے لیے ایک بیرومیٹر دے دیا گیا ہے کہ اگر ہماری سوچ ان آیات کے مندرجات کے مطابق بن گئی ہے تو ہم اللہ کا شکر ادا کریں کہ ایمانِ حقیقی ہمیں حاصل ہوگیا ہے اور اگر یہ سوچ نہیں بنی تو پھر ہمیں حقیقی ایمان کے حصول کے لیے محنت کرنی پڑے گی۔اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی ایمان نصیب فرمائے۔آمین!

☆☆☆☆☆

# ......قافلہ سالار کوئی ہے؟

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

2001ء میں روشن خیالی (Enlightenment) کے نام پر پرویز مشرف ملک بھر میں فکری انقلاب امریکی جنگ کے زیر سایہ لے کر آئے تھے۔ یہ صرف ایک نام نہ تھا۔ یورپ میں نشاۃ ثانیہ کا دوسرا نام یہی روشن خیالی تھا۔ موجودہ سیکولر بے خدا تہذیب، آسمانی مذاہب اور صحیفوں کی منکر ہے۔ انسان پر انسان کی خدائی (عیاذاً باللہ) کی دعوے دار ہے۔ اس کا کلمہ لا الٰہ الا الانسان تھا۔ یعنی Man is a God to man کا نقطہ آغاز انقلاب فرانس تھا۔ انسان کی خدائی کا دعویٰ لیے مغربی دجالی تہذیب کی شروعات یہاں سے ہوتی ہے۔ (اعلامیۂ انقلاب کے سرنامے میں ایک دجالی آنکھ موجود ہے) نشاۃ ثانیہ نے یورپ میں عیسائیت کی کمر توڑی اور خدا کی حاکمیت کو انسان کی حاکمیت سے بدل ڈالا۔ یہی کلمہ مغربی جمہوریت کی روح رواں ہے۔ وگرنہ کمزور ترین عیسائیت بھی بحر مردار کی تہذیب زندہ کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ ہم جنس سے شادی کے قوانین۔ انسانی خداؤں کی عقل نارسا ہی کے شاہکار ہیں۔ امریکہ تک میں جن ریاستوں میں عیسائیت میں کچھ زور باقی ہے ڈارون کا بوزنیت بھرا ارتقاء (Evolution) پڑھانے کی ممانعت ہے! مسلم پاکستان کے غلام نصابوں میں بلا استثناء حضرت آدم علیہ السلام کے بالمقابل ڈارون کا بندر سائنس کی کتب میں ضرور نچایا جاتا ہے!

دہشت گردی کے نام پر مسلمانوں کے خلاف رچائی گئی جنگ میں پاکستان کا کردار بدنصیبی سے کفر کے شانہ بشانہ بہت نمایاں رہا۔ عالمی فورموں میں ہم خود بھی اس میں دی گئی قربانیوں کی دہائی دے دے کر قیمت طلب کرتے رہے۔ مغرب بھی جب ڈومور یا ھل من مزید کا نعرہ لگاتا تو اس کی تھپکی بھی ساتھ دے دیتا رہا۔ پاکستان سے اس جنگ میں ایک مطالبہ جو بہ ہر زبان اور بہ ہر رنگ دہرایا گیا وہ توہین رسالت کے قانون کی منسوخی تھی۔ اہل پاکستان کی (بحمد اللہ) جذباتی وابستگی کے پیش نظر یہ ہمت کسی کو نہ ہوئی۔ رہی سہی کسر سلمان تاثیر کے انجام نے نکال دی۔ دوسری پھانس جو آئین پاکستان کے حوالے سے ہمارے ہاں داعیان سیکولرازم اور ان کے آقاؤں کے حلق میں اٹکتی ہے وہ قرار داد مقاصد ہے۔ یہ اللہ کی حاکمیت اعلیٰ (Sovereignty) کا اقرار و اعلان ہے۔ یہ عملاً خواہ درشنی ہی کیوں نہ ہو لیکن کفر کو اس کا درشن بھی گوارا نہیں! لہٰذا وفاق کی طرف سے 21 ویں ترمیم کے مقدمے میں سپریم کورٹ میں جواب دیتے ہوئے قرار داد مقاصد پر بھی حملہ کرنے کی جسارت کی گئی ہے۔ یہ پتھر پھینک کر لہریں گننے (Feelers) چھوڑنے کی کوشش ہے۔ علماء اس کا کتنا نوٹس لیتے ہیں۔ عوام کی سمجھ کتنی کام کرتی ہے۔ رد عمل کیا رہتا ہے؟ اصول وہی ہے چار قدم آگے بڑھاؤ۔ شور مچے تو دو قدم پیچھے ہٹ جاؤ۔ (ناکام نہیں ہو دو قدم کی کامیابی تو مل ہی گئی)۔ اس کا نوٹس صرف حافظ حسین احمد (JUI) نے لیا۔ جماعت اسلامی و دیگر دینی طبقات تاحال خاموش بیٹھے ہیں۔ نظریۂ پاکستان کے تیار کردہ تابوت کا آخری کیل؟

بانیٔ پاکستان کی اسلام کی تجربہ گاہ پر ایک نظر تو دوڑائیے! سی پی او کا بیان ملاحظہ ہو۔ پولیس نے 27 مساجد و مدارس سے 54 سپیکر اتروا لیے۔ مسجد کمیٹیوں کے 42 ممبران کے خلاف لاؤڈ سپیکر ایکٹ کی خلاف ورزی پر مقدمات دہشت گردی کا ناسور جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے عوام کو کردار ادا کرنا ہوگا۔ گویا ناسور مسجد، مدرسہ، ارکان مسجد کمیٹی کے وجود میں ہے جسے جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی محنت اور تلقین ہو رہی ہے۔ یہ ایکٹ موسیقی کے پرشور ہنگامۂ بدتمیزی پر لاگو نہیں ہوتا۔ اسلام اور دہشت گردی امریکہ کی ایماء پر ہم معنی قرار دینے کو ذہن سازی، برین واشنگ ہر سطح پر ہے۔ بیانات، ٹاک شوز، کالمز، ڈرامے، گانے ترانے، فلمیں سب اسی دجالیت میں جھونک دیئے گئے۔ اسلام اور شعائر اللہ کو دھماکے سے جوڑ دو۔ باب وڈ ورڈ کی کتاب (Obamas Wars) میں امریکہ جھلا اٹھتا ہے اس بات پر کہ پاکستان اپنے ملک میں یہ جنگ لڑنے میں مطلوبہ درجے کی یکسوئی نہیں رکھتا۔ اسے بھارت کی فکر ستاتی رہتی ہے۔ (باوجودیکہ سوات آپریشن جنوبی وزیرستان اور دیگر قبائلی علاقہ جات میں ہر امریکی فرمائش ہم پوری کر چکے تھے) اب ہم پوری یکسوئی اور سنجیدگی کے ساتھ صرف اپنی جنگ اسے بنا کر لڑ رہے ہیں۔ زرداری کیانی حکومت میں India-Centric پاکستان کی جگہ اب Pakistan-Centric پاکستان بن چکا ہے۔ یہ اسی کا شاخسانہ ہے کہ امریکہ کی خواہشات کے عین مطابق توپوں کے سارے دہانے مدارس مساجد سے ہوتے ہوئے اب نظریۂ پاکستان کے گریبان، قرار داد مقاصد تک آن پہنچے ہیں۔ دجال کی خدائی کی یہ نفس نفیس (کریہہ!) آمد سے پہلے ایٹمی پاکستان، جناح اقبال کے نظریاتی پاکستان سے توحید حاکمیت کا صفحہ (خاکم بدہن) پھاڑ ڈالا جائے۔

روشن خیالی ہی روشن خیالی میں مادر پدر آزادی، بے راہ روی، عشق عاشقی، سکول تا جامعات، دفاتر تا چوراہے اختلاط کا لزوم۔ اسلامی تصور حیات کو سیاست، تعلیم، معاشرت ہر سطح سے اکھاڑ پھینکا جائے۔ ٹیلی ویژن کے دہانے سے پھوٹتا معاشرتی کفر اس وقت جو قہر برسا رہا ہے اس کی عبرت ناک تصویر ایک دن میں 8-10 ایسی خبروں پر مشتمل ہے جو ہوش اڑا دے۔ ماڈلنگ کے شوق میں زیادتی کا شکار ہو کر، قتل کر کے لاش کے ٹکڑے (قائداعظم کے پاکستان کی بیٹی اریبہ کے) بریف کیس میں بند بس میں ملیں! اور یہ کہانی ہوسٹل کی رہائشی یونیورسٹی (اعلیٰ تعلیم!) طالبات کی ہے۔ پناہ بخدا......! اتنی سفاکی میں ایک کم عمر لڑکی ملوث ہو! دوسری کہانی اسلام آباد کے خوشحال گھرانے میں عورت شوہر اور بچوں کو مار کر خودکشی کر لے......! تیسری خبر عاشق و معشوقہ کی خودکشی۔ چوتھی بھاگ کر شادی کرنے والے جوڑے کا قتل! کیا دہشت گردی مچا رکھی ہے کہ سانس رک جائے اور لقمہ حلق سے نہ اترے! سکول کالج کے تعلیمی نصابوں میں قرآن حدیث نکال کر نرسری تا دسویں جماعت سالگرہ کا فرض عین ہونا۔

کتے کا پالا جانا پڑھارہے ہیں۔(انگریزی کی ایک سیریز میں ہر جماعت کی کتاب میں یہ کتا، بچے کے ساتھ ساتھ پل کر بڑا ہو رہا ہے!) ہم نصابی سرگرمیوں میں رقص و موسیقی، برائیڈل شوز، ڈریس شوز، مخلوط تعلیم مل جل کر فلموں ڈراموں سمیت، پرفارمنگ آرٹ کے شعبہ جات یہ نیا روشن پاکستان بنا چکے۔ اب شنید ہے کہ پنجاب حکومت سرکاری تعلیمی ادارے این جی اوز کے حوالے کرنے کی تیاری میں ہے۔ اسی کی تیاری میں پانچویں جماعت کے امتحانات کا حیران کن فلاپ شو چل رہا ہے۔ ایک امتحان لینے کی اہلیت سے بھی بورڈ کو عاری کر کے دکھایا جا رہا ہے؟ اکبرالٰہ آبادی کا یہ کہا گیا: یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا، افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی......سو مبارک ہو کہ یہ شعر 21ویں صدی کے کام آ گیا اور اب والے فرعونوں کو کالج کی سوجھ چکی۔ سوار یہ بیچاری جیسے حقیقی قتل بھی ہیں۔ نظریاتی اور معنوی قتل میں کشتوں کے پشتے لگ رہے ہیں۔ سیدہ فاطمہ ؓ کی بیٹیاں اور فاتح خیبر سیدنا علی ؓ کے بیٹے کس حال میں ہیں......؟ نسل نو کو دیکھ لیجیے۔ اسی پر بس نہیں۔ قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی میں خبر ملی ہے کہ 67 سال سے پاکستان میں کھلائی جانے والی حرام اشیاء 26 عدد ہیں! گدھے، ڈالر اور مردار اس کے علاوہ ہیں۔ اسی لیے یہ خبر بھی ہمراہ ہے کہ توانا پاکستان کرپشن کیس (!) کا 2011ء سے مفرور ملزم پکڑا گیا۔ ایک طرف پولیس مقابلوں اور بمباریوں میں ایک ایک سانحے کا نام لے لے کر 10، 10 ملزم آئے روز نئے ناموں سے ماسٹر مائینڈ کے نام پر مارے چلے جاتے ہیں۔ دوسری طرف کرپشن سے ملک میں تباہی پھیلاتے معاشی دہشت گرد دندناتے پھرتے ہیں! مسلم ممالک میں کرپشن کی وبا پر کسی کو تشویش نہیں ہوتی۔ یمنی سابق آمر علی عبداللہ صالح نے غریب مسکین قوم کے 60 ارب ڈالر بلاڈکار ہضم کر لیے۔ امریکہ کے اس جگری یار نے یہ کالا دھن 20 مختلف ممالک میں رکھا ہے۔ حسنی مبارک اور قذافی کی کہانیاں بھی یہی تھیں۔ اور توانا پاکستان کرپشن کیس کا بھی عنوان ہی کافی ہے! سوال تو یہ ہے کہ:

کوئی اس قافلے میں قافلہ سالار بھی ہے؟

**تنظیم اسلامی کا پیغام**
**نظام خلافت کا قیام**



# ریاست پر کسی مذہب کا حق نہ ہونا!

حامد کمال الدین
hamidateeqaz@gmail.com

اصحاب مورد کا کہنا ہے:

یہ خیال بالکل بے بنیاد ہے کہ ریاست کا بھی کوئی مذہب ہوتا ہے اور اس کو بھی کسی قرارداد مقاصد کے ذریعے سے مسلمان کرنے اور آئینی طور پر اس کا پابند بنانے کی ضرورت ہوتی ہے کہ اس میں کوئی قانون قرآن و سنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا۔ یہ خیال جن لوگوں نے پیش کیا اور اسے منوانے میں کامیابی حاصل کی ہے، انہوں نے اس زمانے کی قومی ریاستوں میں مستقل تفرقے کی بنیاد رکھ دی اور ان میں بسنے والے غیر مسلموں کو یہ پیغام دیا ہے کہ وہ درحقیقت دوسرے درجے کے شہری ہیں جن کی حیثیت زیادہ سے زیادہ ایک محفوظ اقلیت (Protected minority) کی ہے اور ریاست کے اصل مالکوں سے وہ اگر کسی حق کا مطالبہ کر سکتے ہیں تو اسی حیثیت سے کر سکتے ہیں۔

(اسلام اور ریاست:: ایک جوابی بیانیہ" روزنامہ جنگ 22 جنوری 2015ء۔ http://goo.gl/0yWPD0)

یعنی پہلے تو آپ اپنے اوپر قومی ریاست کو فرض کریں گے جبکہ اللہ نے یہ آپ پر فرض نہیں کی (جبھی تو قرارداد مقاصد پر معترض ہیں کہ اس نے اسلام کو یہ حاکمانہ حیثیت دے کر نیشن سٹیٹ کا فارمیٹ خراب کر دیا ہے)۔ پھر قومی ریاست کے ان معیاروں کی رو سے اس بات کو حرام ٹھہرا دیں گے کہ یہ مملکت دینِ اسلام کی پابند ہو۔ اور اس کے بعد ایسی آوازوں کو گردن زدنی قرار دینے چل دیں گے جو یہاں اسلام کو دستوری حیثیت دے رکھنے کی بات کرتی ہیں اور جن کو دبانا عالمی اسٹیبلشمنٹ کے ایجنڈا پر سرفہرست ہے۔

ریاست کا دینِ اسلام پر ہونا، ان اصحاب کی نظر میں ناجائز ہے! کسی خطے کے اندر آپ 98 فیصد مسلم اکثریت کیوں نہ ہوں آپ کی ریاست کی بلا سے آسمان سے نازل شدہ دینِ حق کیا ہوتا ہے! اتنی بڑی مسلم جماعت پر بھی یہی فرض ہے کہ اپنے عقائد یا طرز معاشرت کو اپنا ذاتی مسئلہ ہی رکھے؛ جبکہ ریاستی عمل یہاں بسنے والے سب مذہبی و غیر مذہبی گروہوں کے مابین سانجھا ہو.. اسلام کے لیے کوئی جگہ رہتی ہے تو وہ صرف یہ کہ: شرع اسلام ہر پانچ سال بعد لوگوں کے ووٹ اور اس میں چلنے والی جوڑتوڑ کے رحم و کرم پر ہو۔ شرع اسلام کی قسمت (معاذاللہ) اس چیز سے لٹکتی رہے کہ انتخابی مہم میں کس پارٹی کو میڈیا سے کتنی کوریج ملتی ہے اور کس پارٹی کو اپنی کیمپین چلانے کے لیے کس سرچشمہ سے کتنا پیسہ ملتا اور کونسے آدمی کو لائے جانے کا فیصلہ کس بند کمرے یا کس ساہوکار ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر ہوتا ہے! کون یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ پاکستانی جمہوریت کے اندر یہ کچھ موثر ترین عوامل نہیں؟

اس بات کا پختہ و پائیدار بندوبست کر دینا کہ اسلام ہی یہاں کا آئین ہو خواہ کوئی آئے یا کوئی جائے، اس نقطہ نظر سے شریعت کی خلاف ورزی ہے! ریاست اور آئین کو ہاتھ بھی لگانے کا اسلام کو حق نہیں؛ جو قسمت آزمائی کرنی ہے بس حکومت کی سطح پر کرے! اپنا کل سہارا ووٹ پر رکھے اور ایڈہاک حیثیت میں رہے! حالانکہ خود اِن کو معلوم ہے اس ٹوٹے کشکول میں کیا پڑنے والا ہے! ہاں ہاتھ کی چیز کا چلا جانا یقینی ہے! کون نہیں جانتا، اس قوم کی زندگی سے اسلام کو مکمل طور پر رخصت کر دینے کا یہ ایک تیر بہدف نسخہ ہے۔

سبھی کو معلوم ہے، حالیہ عالمی جھٹکوں میں جس طرح اس ملک کے بچ رہنے ایسا معجزہ یہاں کسی بروقت شروع کر لیے گئے ایٹمی پروگرام کا مرہونِ منت ہے (ورنہ اب تک خدانخواستہ سب کچھ چلا جاتا) عین اسی طرح

یہاں اسلام کا بہت کچھ بچا رہ گیا تو وہ اس لیے کہ یہاں کوئی قراردادِ مقاصد خاصے بھلے وقتوں میں پاس کر لی گئی تھی۔ ورنہ پچھلے کئی عشروں سے یہاں جو خاک اڑنا شروع ہوئی ہے، دوسری جانب یہاں کی تہذیبی تشکیل کے معاملہ میں ڈو مور do more کے جو نوٹس اُدھر سے دھڑا دھڑ آنے لگے ہیں، جبکہ ملک کا سب کچھ کرائے پر اٹھا دینے والی جو جمہوری حکومتیں اب ایک عرصے سے آپ کو میسر آئی اور ہر چیز کو ڈالر میں تولتی رہی ہیں وہ کسی کی نظر سے اوجھل نہیں ہے، کوئی انجان ہی بنا رہنے پر مُصر ہے تو اور بات۔ ہم کہتے ہیں یہاں کے ریاستی عمل میں قراردادِ مقاصد ایسے کچھ تالے نہ لگے ہوتے، تو جمہوریت کے یہ چالیس چور یہاں آپ کا کیسا صفایا کر چکے ہوتے، ایک ادنیٰ نظر کا مالک آدمی بھی اس کا بخوبی اندازہ رکھتا ہے۔ آپ کو چاہیے ان لوگوں کے لیے صبح شام دعائے خیر کریں جو قراردادِ مقاصد ایسا ایک آئینی اقدام آپ کی قوم کے لیے بروقت کر گئے۔ معلوم نہیں ریاست کی سطح پر اسلام کا پتہ صاف کر کے یہ لوگ یہاں کونسے مقاصد پورے کرنا چاہ رہے ہیں۔ سبحان اللہ! ریاست اور آئین سے اسلام کی چھٹی؛ جو امید لگانی ہے اس بات سے لگاؤ کہ الیکشن کی تلچھٹ یہاں کیا چیز اوپر لے کر آتی ہے؛ اس کے جھاگ سے اگر تمہارے لیے اسلام کی حکمرانی بھی نکل آتی ہے تو تمہاری قسمت؛ کون کہتا ہے ہم اسلام پر مہربان نہیں!

سبھی کو معلوم ہے اکثر تھرڈ ورلڈ ملکوں میں الیکشن ایک مہذب واردات کا نام ہے۔ این جی اوز، ملٹی نیشنلز، میڈیا، بینکرز، انٹرسٹ گروپس، تہذیبی ساخت کرنے والی لابیاں اس عمل کو اپنی مرضی کی جہت دینے میں یہاں کیسی کیسی سرگرمیاں نہیں دکھاتیں اور کیسی کیسی اثر انگیزی نہیں رکھتیں؛ آپ تجاہلِ عارفانہ سے کام لینا چاہیں تو کیا کہا جا سکتا ہے! جبکہ آئینِ اسلام آپ کے ہاں مسلسل ان اشیاء کے رحم و کرم پر رہے گا! ریاستی عمل دینِ اسلام کا پابند نہیں؛ خواہ اس فتویٰ کی مدد سے ایک قادیانی آپ کا اولی الامر کیوں نہ بن جائے!

حضرات یہ راستہ آگے کہاں تک جاتا ہے، شاید بہت کم لوگوں کو اس کا اندازہ ہے۔ یہ معاملہ صرف آئینی اور قانونی امور پر رکنے کا نہیں۔ اپنی تباہی کے راستے میں حائل قراردادِ مقاصد ایسی کوئی رکاوٹ آپ کے اپنے ہاتھوں آج اگر منہدم ہو جاتی ہے تو اُن طوفانی رفتار سے بڑھنے والے عالمی تقاضوں کو روبہ عمل آنے میں ہرگز دیر نہ لگے گی جو کرۂ ارض پر پائی جانے والی ہر ریاست کو ایک خالص ہیومن اسٹیٹ بنا کر چھوڑنے والے ہیں۔ یہاں پر جاری جمہوری عمل سے اسلام کے لیے آپ ہمیں جو امیدیں لگوا رہے اس کا تو ہر شخص کو اندازہ ہے... ہاں اِس جمہوری عمل سے __ قراردادِ مقاصد ایسے کسی انتظام کی غیر موجودگی میں __ یہاں ایک ہیومن اسٹیٹ آپ کو ضرور مل جانے والی ہے۔ اس قوم کے ساتھ آپ یہ ہاتھ ہو جانے دینا چاہتے ہیں تو کم از کم آپ کو اندازہ ضرور ہونا چاہیے کہ اگر یہ قوم اس گڑھے میں خدانخواستہ جا گرتی ہے تو اس کو وہاں سے نکالنا اور اس پر حملہ آور بے رحم بھیڑیوں سے تب اس کو کوئی تحفظ دلانا خود آپ کے بس میں نہ ہوگا۔ جو جمہوریت جماعت اسلامی ایسے پروگراموں کے لیے قحط سالی بنی رہی ہے کیا ضروری ہے کہ وہ آپ کی اسلامی امیدوں کے لیے ابرِ کرم بنی رہے گی؟ جس بے بھروسا جمہوری عمل پر آپ اسلام کی تقدیر کو معلق ٹھہرانا چاہتے ہیں، اس کا کوئی تجربہ آپ آج ہی کیوں نہیں کر لیتے؛ قراردادِ مقاصد اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ تو بہرحال نہیں ہے! اسلامی شریعت کے یہاں دستور بنا رہنے کے عمل کو آپ کس بودے تار کے ساتھ باندھنا چاہتے ہیں، کیا واقعتاً آپ کو یہ معلوم نہیں ہے؟

کئی ایک پہلوؤں سے ہم خود اس قراردادِ مقاصد پر ملاحظات رکھتے ہیں۔ اور شاید اسے پاس کروانے والے بھی ایسے کئی ملاحظات اس پر رکھتے ہوں۔ مگر کچھ دیے ہوئے حالات میں بعض بنیادی باتوں پر اس قوم کا شیرازہ مجتمع رکھنے کے لیے اس کا فائدہ مند رہنا اظہر من الشمس ہے؛ ورنہ نجانے یہاں آپ کا کیا کچھ بہہ چکا ہوتا۔ یہ بات بلاخوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ عملاً اسلام لانے میں گو اس کی کوئی خاص افادیت نہیں رہی؛ کہ یہ مسئلہ ریاست کا نہیں حکومت کا رہ گیا تھا (ہمیں ریاست اور حکومت کا فرق سمجھانے والے توجہ فرمائیں!!!) البتہ اس ملک کے اندر کھلے کفر کا راستہ روکنے میں بیشمار پہلوؤں سے یہ چیز ایک ناقابلِ عبور بند کا کام دیتی رہی ہے۔

البتہ اس بند کو توڑ کر یہاں جس ہیومن اسٹیٹ (humanist state) کا راستہ صاف ہو رہا ہے اور جس کے اندر ریاستی عمل میں کسی اکثریتی ٹولے کے مذہب کو کسی اقلیتی ٹولے کے مذہب یا نظریات پر حاوی ہونے کا حق (بظاہر) نہیں ہوتا...... وہاں صورتحال یہ ہوتی ہے، کہ سکولوں کے نصاب میں اگر آپ کو صرف اتنی سی بات ڈالنی ہو کہ یہ کائنات کسی علیم اور خبیر ہستی کی تخلیق ہے (Intelligent Design theory) تو اعتراضات کا تانتا بندھ جاتا ہے: جناب اس ملک میں ملحد بھی بستے ہیں؛ تعلیمی نصابوں کو مذہب کے حق میں جانبدار نہیں ہونا چاہیے؛ ملک سب کا ہے! کلاس میں ٹیچر اگر خدا کے وجود کو ثابت کہنے کا جرم کر بیٹھا ہے تو شکایات کے دفتر کھل جاتے ہیں ہم کسی مذہب وذہب کو نہیں مانتے، تمہیں ہمارے بچوں کی ذہن سازی کا حق کس نے دیا ہے؛ ہم سب یہاں ٹیکس دیتے ہیں اور سب کے ٹیکس سے یہ سکول چل رہے ہیں؛ یہاں کوئی اپنے مذہب کے ساتھ ہم پر اثراندازی influence کیسے کرسکتا ہے؟

ہمیں معلوم ہے ریسرچ پیپروں اور سیمیناروں میں زندگی بسر کرنے والے کچھ حضرات اِس کا آسان حل یہ بتائیں گے کہ یہاں ہر مذہب کیلیے جداگانہ نظامِ تعلیم جاری کر ڈالا جائے۔ (جو ہمارے علم کی حد تک، دنیا کے کسی ملک میں نہیں ہے!) لیکن ہم ان سے کہیں گے، خدا را بر سرزمین رہ کر کچھ ارشاد فرمائیے۔ یہاں آئین میں ایسے تقاضوں کے ہوتے ہوئے کہ اس قوم کے بچوں کو قرآن اور قرآن کی زبان سے روشناس کرایا جائے گا، یہاں کے مسلمان بچوں اور نوجوانوں کو ابھی آپ کونسا اسلامی نظامِ تعلیم دے سکے ہیں جو آپ اس کو ہیومن اسٹیٹ بنا دینے کے بعد یکلخت کہیں سے لے آئیں گے؟ شریعت کے حق میں آئینی انتظام یہاں کے کارندوں کے کچھ اصولی فرائض تو کم از کم متعین کرتا ہے؛ اس کے بعد تو کھلا جنگل ہے۔

ہمیں رٹوایا جانے والا یہ جملہ کہ ریاست کسی مذہب پر نہیں ہونی چاہیے، عنقریب جو صورت دھار لینے والا ہے وہ آپکے ابلاغ اور تعلیم تک کا گلا گھونٹ کر رہے گی۔ اس کا طبعی اختتام لامحالہ یہ ہے: یعنی اجتماعی شعبوں میں غیبیات کے موضوع پر ہی ایک مکمل غیر جانبداری۔

آپ جانتے ہیں غیبیات کے معاملہ میں لا اُدریت یا غیر جانبداری بذات خود ایک دین ہے؛ بلکہ پورے ماڈرن یورپ کی بنا ہی اسی پر کھڑی ہے۔ پس وہ تو اپنے دین پر ہوئے۔ ریاستی اور سرکاری عمل کو مذہب سے الگ تھلگ رکھتے ہوئے وہ تو ریاست کو پورا پورا اپنے عقیدے پر کھڑا کریں گے۔ واقعتاً اُن کی تو الجماعۃ ہی اسی دین پر استوار ہے: یعنی ملحد اور مومن دونوں کا ایک مشترک سرزمین common ground پر آ جانا۔ پس آپ

کے ایک ایک شعبے پر ضروری ہو جاتا ہے کہ جو خداوندی کے منکروں کو ایڈجسٹ کریں؛ رسالت، آخرت، سب کچھ باہر۔ مذہب آپ کا ذاتی مسئلہ ہوگا؛ سرکاری زمین صرف مشترکات کے لیے مختص ہوگی۔ یعنی ریاستی عمل میں خود بخود آپ اُس دین پر آ گئے جس میں نہ یہ کہنے کی گنجائش کہ رسالت ہے اور نہ یہ کہنے کی گنجائش کہ رسالت نہیں ہے۔ ہم کہتے ہیں یہ بجائے خود ایک دین ہے جس کی بنیاد انسان کی مرکزیت ہے، یعنی humanism۔ اس کی رُو سے جو چیز انسانوں کے مابین مشترک ہوگی اجتماعیت صرف اسی پر استوار ہوگی: نہ ملحدوں کو یہ حق کہ وہ اپنی سیاسی پوزیشن کا فائدہ اٹھاتے ہوئے تعلیمی نصابوں میں یہ لکھیں کہ آخرت نہیں ہے اور نہ مومنوں کو یہ حق کہ وہ اپنی سیاسی پوزیشن کا فائدہ اٹھاتے ہوئے تعلیمی نصابوں میں یہ درج کر دیں کہ آخرت ہے۔ لیکن ظاہر ہے آپ کے بچوں کو لازماً کوئی نہ کوئی میٹافزیک دی جانی ہے؛ خواہ وہ کسی علیم وحکیم پر ایمان ہو خواہ وہ کسی الل ٹپ پر ایمان ہو یا کسی لاادریت پر ایمان ہو۔ ایمان وہ بہرحال ہوگا؛ یہ ممکن ہی نہیں کہ اس کائنات کے سرچشمہ کی بابت آپ کی کوئی بھی رائے نہ ہو۔ کائنات جو سامنے نظر آتی ہے اس کی origin کی بابت کچھ بھی نہ کہنا بذاتِ خود ایک رائے اور ایک مذہب ہے۔ ماڈرنزم سب اسی مذہب پر کھڑا ہے۔ لیکن یہ لوگ ہم پر اپنا یہ نظریہ ٹھونس کر کہ یہ تو کوئی مذہب نہیں (بالجبر) اس کو ہمارے لیے کامن گراؤنڈ ڈیکلیئر کر دیتے ہیں۔ (ہم کہتے ہیں یہاں کوئی کامن گراؤنڈ ہے ہی نہیں۔ جو بھی گراؤنڈ ہے وہ کسی مذہب کی ہے؛ اور لامحالہ آپ کو کسی مذہب پر ہونا ہے؛ بلکہ آپ ایک مذہب پر ہیں؛ صرف ہمیں ہمارے مذہب پر ہونے سے روک رہے ہیں)۔

پس یورپ اپنے مذہب پر ریاست قائم کرے، یہ حق ہے۔ وہ ہمیں اپنے اس مذہب پر ریاست قائم کرنے کا پابند رکھے، ہمارے جدت پسندوں کے نزدیک یہ برحق ہے۔ البتہ ہم اپنے مذہب پر اپنی ریاست قائم کریں، حتیٰ کہ پارلیمنٹ، منتخب نمائندوں اور دو تہائی اکثریت سے کریں، یہ غلط اور سراسر باطل ہے!

انجام کار اِس فلسفہ پر چلتے ہوئے...... ریاست کسی مذہب کی نہیں ہونے کے لیے ضروری ہوگا کہ صرف قوانین نہیں آپ کے ایک ایک قومی شعبے سے خالق، تخلیق، رسالت، آخرت ایسی سب اشیاء باہر کر دی جائیں؛ اور نونہالوں کو تعلیم دیتے ہوئے میٹافزیک میں ہی صرف وہ بات رہنے دی جائے جس پر خدا کے انکاری طبقے تک معترض نہ ہو سکتے ہوں۔ جہنمی ملتیں اگر آپ سے اس سطح تک راضی ہوں تو ہم مانیں گے یہ ایک ماڈرن اسٹیٹ ہے!

.............................

اس نیریٹو narrative کی بعد ازاں جو وضاحت ہوئی اس سے نفس الامر میں کوئی فرق نہیں آیا۔ نیشن سٹیٹ کا فارمیٹ بدلنا کوئی دین شکنی نہیں ہے۔ ریاستی عمل کو اسلام کا پابند کر دینے کی جو بھی صورت مسلمانوں کی استطاعت میں ہو، مسلمان اُسے کیوں اختیار نہ کریں؟ 98 فیصد مسلم آبادی اپنی سماجی قوت اور سیاسی رٹ کو اس کا ذریعہ بنائے، یہ فتح کی نسبت ایک کہیں نرم تر عمل ہے۔ مسلمانوں کو غاصب گردانے کے معاملہ میں اصل بات بہت پیچھے تک جاتی ہے جو شاید BJP کے زاویہ مطالعہ تاریخ سے جا ملے اور راجہ داہر کے حق تک پہنچے! اصل یہ ہے کہ ہمارے ان شہروں کا اذانوں سے گونجنا جن فتوحات کا مرہونِ منت ہے انہی کو صاف ظلم گردانیں۔ ورنہ اتنی بڑی مسلم جماعت (اسلامیانِ پاکستان) کا اپنی ناقابل مزاحمت سماجی وسیاسی برتری کے بل پر ریاستی عمل کو خدا کی عبادت میں دے دینا فتح کی نسبت ایک کہیں زیادہ سمجھ آنے والی بات ہے۔ کسی زمین پر شریعت کی رٹ قائم کرنے کے معاملہ میں اصل چیز مسلمانوں کے پاس اس بات کی قدرت ہونا ہے؛ جبکہ فتح یا سیاسی وسماجی برتری اس قدرت کی ایک صورت۔ قراردادِ مقاصد ایسے کسی اقدام سے البتہ نیشن سٹیٹ کی ساخت میں کچھ فرق آ گیا ہے، تو کوئی شریعت کی خلاف ورزی نہیں ہوگئی ہے۔ اصل بحث وہیں پر پہنچے گی: بارہ صدیوں تک نصف معمورہ ارض کا اسلام کی قلمرو بنا رہنا غصب کی ایک داستان ہے اور اسلام کا نصف جہان میں پھیلنا بڑی حد تک ظلم وبربریت کا نتیجہ! (مستشرق اور مرزا قادیانی کا ڈسکورس!) ہمارا مشورہ ہے کہ ان کالموں میں مسئلہ کو اس کے پورے حجم کے ساتھ کھول دیا جائے!

ریاست اور حکومت میں آپ جیسے مرضی فرق کریں، اصل چیز ریاستی عمل کو اسلام کے تابع کرنا ہے؛ بایں طور کہ یہ افراد کے موڈ اور مزاج پر نہ رہ جائے بلکہ یہاں کا باقاعدہ آئین ہو جو افراد کو آپ سے آپ پابند کرے۔ ریاستی عمل میں اسلام کی یہ مستقل حیثیت دورِ حاضر کی بحثوں میں حکومت سے زیادہ ریاست سے متعلقہ ہوگی، گو ہمیں اس کی شکلی صورت سے غرض نہیں۔ جیسا کہ ہم پیچھے کہہ آئے، ہر ہر مذہب کے لیے جداگانہ نظامِ تعلیم اور جداگانہ قضاء وغیرہ رکھنے والی ایک مفروضہ ریاست بھی دنیا کی کوئی نرالی ریاست ہی ہوگی۔ علاوہ اس بات کے کہ ابھی آپ کے پاس مسلمان کی ضرورت کا نظامِ تعلیم دینے کی کونسی صورت ہے جو تب آپ ہمیں لا دیں گے؟


**کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ**

- از روئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط وکتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری وعملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

**شعبہ خط وکتابت کورسز**
قرآن اکیڈمی 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 35869501-3
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

# فرقہ وارانہ دہشت گردی

## 25 فروری 2015ء کو خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

مہمانانِ گرامی: آصف حمید (ناظم شعبہ سمع و بصر)
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

میزبان: وسیم احمد
مرتب: محمد خلیق

**سوال:** جب ہم ایک خدا' ایک رسولؐ اور ایک کتاب کے ماننے والے ہیں تو ہمارے درمیان اختلافات کی گنجائش کہاں تک ہے؟

**آصف حمید:** ﴿وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ؕ﴾ (آل عمران:19) ''اور اہل کتاب نے جو (اس دین سے) اختلاف کیا تو علم حاصل ہونے کے بعد آپس کی ضد سے کیا۔'' سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ اختلاف اور تفرقہ میں فرق کیا ہے۔ اختلاف باعث رحمت ہے۔ یہ قدرت کا حسن اور فطرت کا ایک خوبصورت نمونہ ہے۔ کسی کو یہ پسند نہیں ہے کہ یکسانیت ہو۔ اختلاف نظریات میں بھی ہوسکتا ہے۔ اگر ہم سمجھیں کہ دو افراد کے نظریات بالکل ایک جیسے ہوں گے تو یہ فطرت ہی کے خلاف ہے۔ اختلاف جب شدت اختیار کرتا ہے یا ضدم ضدا کی سی کیفیت آجاتی ہے تب تفرقہ پیدا ہوتا ہے۔ اختلاف میں جب دوسرے کو نیچا دکھانے کی بات آجاتی ہے تو پھر فساد اور تفرقہ کی ابتدا ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے: ﴿وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ﴾ (الروم:32,31) ''اور مشرکوں میں نہ ہونا۔ (اور نہ) ان لوگوں میں (ہونا) جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔'' تفرقہ بازی کو مشرکین کے عمل سے جوڑا گیا۔

آج کی صورت حال میں ہم نے دیکھنا ہے کہ یہ اختلافات کیوں ہیں؟ کیا یہ اللہ اور رسولؐ کے ماننے والے ہی ہیں جو ان اختلافات میں اضافہ کا باعث بن رہے ہیں یا یہ سب کچھ بیرونی طاقتوں کا کام ہے؟ جن لوگوں نے دین کو روزگار بنا لیا ہے، ان کو پتا ہے جب تک ہم دوسرے کو اپنے سے کم تر نہیں کریں گے' لوگ ہمارے پاس نہیں آئیں گے۔ ہمارے مدارس میں بھی اسی قسم کی تربیت دی جا رہی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ دین کا علم نہیں ہے لیکن کسی دوسرے فرقے کی چھوٹی سی بات پکڑ لی۔ ہر فرقے میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ کسی بات کو بڑھاتے بڑھاتے کہاں تک لے جاتے ہیں' حالانکہ اسی فرقے کے صاحب علم لوگوں میں اس طرح کی برائی نظر نہیں آتی۔ تیسری بات یہ ہے کہ اسلام دشمن اور ملک دشمن عناصر ان چیزوں کو ہوا دیتے ہیں۔ یہ بہت خطرناک ہے۔ ان کے آلہ کار دو قسم کے لوگ بنتے ہیں: ایک پیشہ ور دینی لوگ اور دوسرے کم علم لوگ۔

**ایوب بیگ مرزا:** نبی اکرم ﷺ نے اختلاف کو باعث رحمت قرار دیا ہے' لیکن جب آدمی صرف اپنے مسلک کو درست سمجھتے ہوئے دوسرے پر بلا جواز تنقید کرتا ہے تو پھر وہ تفرقہ بن جاتا ہے۔

**سوال:** شیعہ سنی مسالک کے درمیان فکری اور نظریاتی اختلاف عرصہ دراز سے چل رہا تھا۔ اس اختلاف نے فرقہ وارانہ دہشت گردی کا رنگ کیسے اور کیوں اختیار کیا؟

**ایوب بیگ مرزا:** ہمارے ہاں معمولی باتوں پر شیعہ سنی اختلافات پہلے بھی ہوتے تھے۔ قیام پاکستان سے پہلے لکھنو میں شیعہ سنی تصادم بھی ہو جاتا تھا۔ البتہ اب جو صورت حال ہے وہ دہشت گردی ہے۔ اس وقت اہل تشیع اور اہل سنت دونوں کو ٹارگٹ کیا جا رہا ہے اور دونوں کو باہم لڑانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ شیعہ کو اس طرح ٹارگٹ کیا جا رہا ہے کہ ان کی امام بارگاہوں پر حملے ہو رہے ہیں۔ ہم اس کی مذمت کرتے ہیں۔ دوسری طرف اہل سنت کے علماء کی ٹارگٹ کلنگ ہو رہی ہے' لیکن ان کی مساجد کو نشانہ نہیں بنایا جا رہا۔ یہ دہشت گردوں کی سٹریٹجی ہے کہ انہوں نے اہل سنت کے خطباء اور علماء کو ٹارگٹ کیا ہے جبکہ اہل تشیع کی امام بارگاہوں پر حملے کیے ہیں۔

**آصف حمید:** پہلے اس طرح کے اکا دکا واقعات ہوتے تھے۔ اب دشمن نے یہ دیکھا کہ ان دونوں مسالک کے درمیان دراڑ ڈال کر ملک کو غیر مستحکم کیا جا سکتا ہے' تب انہوں نے یہ کام شروع کیا۔

**ایوب بیگ مرزا:** سب سے پہلے یہ سٹریٹجی انہوں نے عراق میں شروع کی۔ وہاں انہوں نے اہل تشیع اور اہل سنت کو آپس میں لڑایا ہے اور اس کے لیے عراق کی جغرافیائی تقسیم کو بنیاد بنایا ہے۔ ایک بڑا مشہور واقعہ ہے کہ بغداد کی سڑک پر پولیس نے ایک گاڑی کو روکا۔ اس میں کچھ لوگ عربی لباس پہنے بیٹھے ہوئے تھے۔ تلاشی لینے پر ان سے بارود برآمد ہوا۔ گاڑی کو تھانے لے جانے پر پتا چلا کہ وہ برطانوی فوجی تھے اور کسی امام بارگاہ پر حملہ کرنے کے لیے جا رہے تھے۔ تو یہ ایک سٹریٹجی ہے جو عالم اسلام کو کمزور کرنے کے لیے انہوں نے شروع کی ہوئی ہے۔ یہ خالصتاً عالمی سطح پر ہو رہا ہے۔ اسی بنیاد پر اب وہ عراق کو تین حصوں میں تقسیم کر رہے ہیں' اور یہی تقسیم وہ پاکستان میں چاہتے ہیں۔

**سوال:** جامعہ الازہر کے خطیب اعلیٰ نے حالیہ ایک کانفرنس میں خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ شدت پسندی کی بنیادی وجوہات قرآن وسنت کی غلط تشریحات ہیں۔ اس پر آپ کیا کہیں گے؟

**آصف حمید:** ایک ہے غلط تشریح' اور ایک ہے اس کی مختلف تفسیر بیان ہونا۔ غلط تشریح کوئی بھی نہیں ہوتی' البتہ اس میں اختلاف ہوتا ہے کہ کسی نے اس کا یہ مطلب لیا اور کسی نے وہ لے لیا۔ قرآن مجید کے ترجمے اور تفسیریں بے تحاشا ہیں۔ اگر ہم کہیں کہ فلاں تفسیر صحیح ہے اور باقی سب غلط ہیں تو یہ گمراہی ہے۔ جامعہ الازہر کے خطیب کے بیان میں یہ بھی شامل ہونا چاہیے کہ لوگوں نے ان تشریحات کو حتمی سمجھ لیا جبکہ ہونا یہ چاہیے کہ دیکھا جائے کہ فلاں صاحب نے یہ تشریح کی ہے اور فلاں نے یہ بھی کی ہے۔ یعنی اگر خلوص اور اصلاح کی نیت ہو تو یہ ہو نہیں سکتا کہ آدمی صرف ایک تشریح کو پکڑ کر بیٹھ جائے کہ بس یہی صحیح ہے۔ دہشت گردی' تفرقہ بازی وغیرہ وہاں پروان چڑھتی ہیں جب ہم کسی ایک چیز کو پکڑ کر کہتے ہیں کہ بس یہ صحیح ہے' باقی سب کفر ہے۔

**سوال:** وزیر اعظم نے بیان دیا ہے کہ دہشت گردی میں

بیرونی ہاتھ ملوث ہے اور ہم نے اس کے ثبوت بھی حاصل کر لیے ہیں۔ کیا ملک کے اندر فرقہ وارانہ دہشت گردی میں واقعی بیرونی ہاتھ ملوث ہے اور اس کے ثبوت حکومت کو مل گئے ہیں؟

**ایوب بیگ مرزا:** پہلے میں خطیب صاحب کی بات پر تبصرہ کروں گا۔ انہوں نے کافی حد تک درست کہا ہے۔ تفاسیر میں اختلاف ہے لیکن واقعتاً کچھ تشریحات بھی ایسی من گھڑت ہیں کہ جن کا نتیجہ یہ نکلا ہے۔ مثال کے طور پر ختم نبوت کا مسئلہ غلط تشریح کا نتیجہ ہے۔ اسی طرح ہمارے تکفیری بھی غلط تشریح کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ تفاسیر مختلف ہیں اور وہ ساری درست ہو سکتی ہیں لیکن غلط تشریحات کی کوئی تاویل نہیں کی جا سکتی۔

اس وقت ہمارے خطے میں ایک گریٹ گیم جاری ہے' جسے عالمی سطح پر کھیلا جا رہا ہے۔ جنوبی ایشیا میں دنیا کی آدھی کے قریب آبادی ہے اور اس لحاظ سے یہ خطہ بہت بڑی مارکیٹ ہے۔ عالمی قوتوں کے یہاں اپنے اپنے مفادات ہیں۔ ایک طرف امریکہ سپریم پاور کی حیثیت سے یہاں موجود ہے' دوسری طرف چین امریکہ کی supremacy کو چیلنج کر رہا ہے۔ بھارت اس وقت چین کی containment کے حوالے سے امریکہ کے ساتھ کندھا ملا کے کھڑا ہے۔ پاکستان اور چین ایک دوسرے سے دوستی کے دعوے کرتے ہیں۔ اب پاکستان کو بھارت کی سطح پر لانے کے لیے امریکہ یہ گریٹ گیم کھیل رہا ہے' کیونکہ اس خطے پر امریکہ کی بالادستی اُس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک وہ چین کو contain کرنے میں کامیاب نہیں ہو جاتا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے بہت ضروری ہے کہ پاکستان کی حمایت حاصل کی جائے۔ ہماری کوئی بھی حکومت اتنی جرأت نہیں کر سکتی کہ وہ کھلم کھلا چین کے خلاف کوئی اقدام کرے۔ اب پاکستان کو اس راستے پر لانے کے لیے سبق سکھایا جا رہا ہے کہ اگر تم نے ہماری بات نہ مانی تو ہم تمہیں تباہ و برباد کر دیں گے۔ پاکستان کو غیر مستحکم کیا جا رہا ہے تاکہ یہ نیپال اور بھوٹان کی طرح بن جائے۔ پاکستان امریکی مطالبات اس وقت تک تسلیم نہیں کرے گا جب تک کمزوری کی اس سطح پر نہیں آ جائے کہ اسے اپنا وجود قائم رکھنا مشکل ہو جائے۔ اس سلسلے میں یہاں دو قسم کی دہشت گردی ہو رہی ہے۔ ایک شیعہ سنی دہشت گردی اور دوسری معاشی دہشت گردی۔ معیشت کی دہشت گردی اتنی واضح نہیں ہوتی' تاہم وہ کچھ کچھ نظر بھی آتی ہے۔ امریکہ' بھارت اور موساد تینوں اس دہشت گردی میں ملوث ہیں۔ البتہ ہمارے بعض لوگ بھی اس میں استعمال ہو جاتے ہیں۔ یہ تین قسم کے لوگ ہیں جن کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ یہ ان کے آلۂ کار بن سکتے ہیں۔ ایک وہ جو فرقہ پرستی میں اندھے ہو چکے ہیں' دوسرے جو لوگ انتہائی غریب ہیں' تیسرے جو ہم سے شدید نالاں ہیں کیونکہ ان کے قبائلی علاقوں میں حملے کیے گئے ہیں۔

**سوال:** ملک میں فرقہ واریت کے خاتمے کے لیے میڈیا اور علماء کرام کیا کردار ادا کر سکتے ہیں؟

**آصف حمید:** قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مختلف عذابوں کا ذکر کیا ہے: ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ط﴾ (الانعام:65) ''کہہ دو کہ وہ (اس پر بھی) قدرت رکھتا ہے کہ تم پر اوپر کی طرف سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے عذاب بھیجے یا تمہیں فرقہ فرقہ کر دے اور ایک کو دوسرے (سے لڑا کر آپس) کی لڑائی کا مزا چکھا دے۔'' ہمارے ملک میں جاری فرقہ واریت تیسری قسم کا عذاب ہے۔ اس حوالے سے اگرچہ ہم عالمی قوتوں کو الزام دے سکتے ہیں لیکن اس کی ایک بہت بڑی وجہ ہمارے اپنے اعمال کی کمی بھی ہے۔ میڈیا میں اس بات کو زیادہ عام کیا جائے کہ یہ اصل میں ہمارے اعمال ہی کا نتیجہ ہے۔ اس حالت تک پہنچنے کی ہم خود بھی وجہ بنے ہیں۔ اس میں بہتری کے لیے ہمیں سورۃ الشوریٰ سے رہنمائی ملتی ہے۔ اس میں نبی اکرم ﷺ کو کہا گیا: ﴿فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ط﴾ (الشوریٰ:15) ''تو (اے محمدؐ) اسی (دین کی) طرف (لوگوں کو) بلاتے رہنا اور جیسا تم کو حکم ہوا ہے (اسی پر) قائم رہنا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا۔ اور کہہ دو کہ جو کتاب اللہ نے نازل فرمائی ہے میں اس پر ایمان رکھتا ہوں۔ اور مجھے حکم ہوا ہے کہ تم میں انصاف کروں۔'' پہلی بات یہ ہے کہ ہمیں اپنے اندر برداشت پیدا کرنی چاہیے۔ دوسرے' ہم اپنی باتوں اور اپنے اعمال سے دوسرے کو ڈی گریڈ نہ کریں۔ تیسرے' ہم فرقہ واریت والی وضع بھی اختیار نہ کریں۔ مثال کے طور پر میں کوئی ایسی علامت اختیار نہ کروں جس سے پتا چلے کہ میرا تعلق فلاں فرقے سے ہے۔ قرآن مجید میں کہا گیا: ﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ o﴾ (حٰم السجدۃ:33) ''اور اس شخص سے بات کا اچھا کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور عمل نیک کرے اور کہے کہ میں فرماں بردار ہوں۔'' ہمارا رویہ ایسا ہے کہ بس میں ہی مسلمان ہوں' باقی کافر ہیں۔ یہ طرز عمل خرابی کا باعث ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ نفرت انگیز لٹریچر پر سختی سے پابندی لگائے۔ مختلف گاڑیوں پر ایسے سٹیکر لگے ہوتے ہیں جو کسی خاص فرقے کو پروموٹ کر رہے ہوتے ہیں۔ ان سب پر پابندی ہونی چاہیے۔ اس کے ساتھ یہ بھی تحقیق ہونی چاہیے کہ کسی فرقے کو بیرونی ممالک سے فنڈنگ تو نہیں ہو رہی۔ ہمیں ہر لیول پر دیکھنا چاہیے۔ انفرادی سطح پر مجھے اپنے آپ کو دیکھنا ہے' اجتماعی طور پر معاشرے میں دیکھنا ہے۔ ان چیزوں پر عمل درآمد کر کے فرقہ واریت پر کسی حد تک قابو پایا جا سکتا ہے۔

**سوال:** آصف حمید صاحب نے قرآنی آیات کی روشنی میں شدت پسندی اور فرقہ واریت کے خاتمے کا بہترین حل بتایا ہے۔ آپ کے خیال میں اس حوالے سے علماء اور میڈیا کا کردار کیا ہونا چاہیے' اور سنی اور شیعہ مسالک کے پیروکاروں کو کیا حکمت عملی اپنانی چاہیے؟

**ایوب بیگ مرزا:** میڈیا کا اثر اگرچہ اس وقت بہت زیادہ ہے لیکن اس کی طرف سے وہ کردار ادا نہیں کیا جا رہا بلکہ میڈیا خوف زدہ سا نظر آتا ہے۔ وہ حق بات کہنے اور لوگوں کو حق کی طرف بلانے کی کوشش نہیں کر رہا۔ میڈیا کو چاہیے کہ اپنی ریٹنگ کو ایک طرف رکھتے ہوئے نیک جذبے کے تحت اس خون خرابے کو ختم کرنے کے لیے کوشش کرے۔ دوسری جانب' اس معاملے میں علماء کا کردار بھی بہت اہم ہے۔ علماء اس معاملے میں کسی نہ کسی حد تک کوشش بھی کر رہے ہیں' اگرچہ ان کو کامیابی نہیں مل رہی۔ دراصل چھوٹی سطح پر خطیب اور مولوی حضرات ایسی باتیں کر جاتے ہیں جن کی وجہ سے لوگ مشتعل ہو جاتے ہیں۔ اکابر علماء میں ایسے بہت کم ہیں جو اس طرح کا انتشار اور افتراق پھیلاتے ہیں۔ ایسی باتیں عموماً دیہی علاقوں کی چھوٹی مساجد اور چھوٹی مجالس میں ہوتی ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اشتعال انگیز لٹریچر تو ہمارے سامنے پڑا ہے' آخر حکومت کو اس کی چھان بین کرنے میں کیا دقت ہے؟ یہ ہماری حکومتوں کی بھی نااہلی ہے کہ وہ شروع میں اس طرف توجہ نہیں دیتے' اور جب پانی سر سے گزرنے لگتا ہے تو سب کچھ ختم

کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آج کل یہی کچھ ہو رہا ہے۔

یہ مصیبت ہم پر کیوں آئی ہے؟ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم دین سے دور ہوئے۔ ہم نے نجی سطح پر بھی اور اجتماعی سطح پر بھی دین کو نافذ نہیں کیا' جس کا ہم نے اللہ سے وعدہ کیا تھا۔ اگر ہم دین کو نافذ کرتے تو کسی اختلاف کی صورت میں قرآن کی طرف دیکھتے' لیکن نہ دین نافذ ہوا اور نہ یہ کام ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں ایران کی مثال کو سامنے رکھ کر شیعہ سنی مسئلہ حل کرنا چاہیے۔ ایران میں اہل تشیع کی اکثریت ہے اور انہوں نے وہاں پر فقہ جعفریہ نافذ کر دی ہے۔ اسی طرح یہاں چونکہ احناف کی اکثریت ہے لہٰذا فقہ حنفی کو نافذ کیا جائے جبکہ باقی مسالک کے مسائل ان کی فقہ کے مطابق حل کیے جائیں۔ اس طریقے سے ملک میں فرقہ وارانہ مسائل حل ہو جائیں گے۔ اہل تشیع کو بھی یہ بات خوش دلی سے قبول کر لینی چاہیے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ایک آفیشل فقہ ہونی چاہیے جسے سب تسلیم کریں لیکن اس آفیشل فقہ کو کسی دوسری فقہ کے عقائد وغیرہ میں دخل اندازی نہیں کرنی چاہیے۔ مثلاً ان کا زکوٰۃ کا نظام ہم سے مختلف ہے' تو یہ ان کی فقہ کے مطابق کیا جائے۔

**آصف حمید:** عامۃ الناس کو یہ دیکھنا چاہیے کہ کون ہمیں فرقہ واریت میں ڈالتا ہے۔ کون یہ کہتا ہے کہ فلاں مسجد میں نہ جاؤ' فلاں کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ انہیں یہ سمجھنا چاہیے کہ اس طرح کے مشورے دینے والے شخص کی بات ہم نے نہیں ماننی۔ کیا آج کے بڑے علماء ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے تیار ہیں؟ ان کے پیروکاروں میں دوسرے کے لیے کشادگی ہے؟ ہمارے پاس بنیادی چیزیں اللہ' رسولؐ اور کتاب ہونی چاہئیں جن کے مطابق ہم اپنی زندگی کو ڈھالیں۔

**سوال:** حال ہی میں مکہ اور واشنگٹن میں انسدادِ دہشت گردی کے حوالے سے بڑی عالی شان کانفرنسیں ہوئی ہیں۔ کیا یہ کانفرنسیں دہشت گردی کے تدارک کے لیے مددگار ثابت ہو سکیں گی؟

**آصف حمید:** دہشت گردی اور بدامنی ایسے مسائل ہیں جن کے حوالے سے بیٹھ کر تفصیلی بحث ہونی چاہیے۔ اگر ہم مثبت انداز میں دیکھیں تو یہ بڑی اچھی کانفرنسیں ہوئی ہیں' اور ایسی کانفرنسیں ہوتی رہنی چاہئیں۔ علماء کے ساتھ مل کر اس حوالے سے قوانین بنانے چاہئیں۔ البتہ یہ دیکھا جائے کہ ایسا کسی خوف کے تحت تو نہیں ہو رہا؟ کہیں کسی بادشاہت کو تو اس سے خطرہ نہیں ہے؟ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاید کچھ بادشاہتیں اور مملکتیں خطرے میں آرہی ہیں تو اب ہوش آیا ہے۔ اگر امریکہ میں ایسا کوئی اجتماع ہوا ہے تو امریکہ کے اپنے مقاصد تو نہیں ہیں؟ امریکہ نے جہاد کی آڑ لے کر افغانستان میں روس کو شکست دلوائی۔ اب کہیں دہشت گردی کی آڑ لے کر مسلمانوں کے اس فکر کو تو نہیں لپیٹا جا رہا کہ دین بحیثیت نظام قائم ہونا چاہیے۔ اس طرح کی انٹرنیشنل کانفرنسوں کے مقاصد کچھ اور ہی ہوتے ہیں۔ ہمیں اس لحاظ سے محتاط رہنا چاہیے۔ رابطہ عالم اسلامی سے ہمیں اچھی اُمیدیں ہیں۔ اللہ کرے وہ یہاں آ کے بیٹھیں اور ایسے ممالک کو روکیں جو پاکستان کے اندر مختلف فرقوں کی مدد اور حوصلہ افزائی کر رہے ہیں۔

اس پروگرام کی ویڈیو www.tanzeem.org پر خلافت فورم کے عنوان سے دیکھی جا سکتی ہے۔

## بقیہ: اداریہ

پرویز مشرف نے اسے اپنی قوت قرار دیا۔ بہرحال پرویز مشرف اپنے سیاسی مقاصد کے لیے ہر طرح ایم کیو ایم کی حوصلہ افزائی کرتے رہے۔ زرداری اقتدار میں آئے تو ان کی اور ان کے وزیر داخلہ رحمٰن ملک کی مجرمانہ ذہنیت اور پاکستان پیپلز پارٹی کے سیاسی دیوالیہ پن نے ایم کیو ایم کو ناقابل شکست بنا دیا۔ پاکستان پیپلز پارٹی کی مرکز میں حکومت ختم ہو چکی ہے' لیکن ان کے سیاسی دیوالیہ پن کا یہ عالم ہے کہ سینٹ کی صرف دو نشستوں کی خاطر انہوں نے سانحہ بلدیہ ٹاؤن میں دو سو اٹھاون مزدوروں کو جلا کر ہلاک کر دینے والی انتہائی خوفناک واردات کو نظر انداز کر دیا ہے۔ لہٰذا یوں کراچی کرچی کرچی کر دیا گیا ہے۔ اب شنید یہ ہے کہ ہماری عسکری قیادت نے ایم کیو ایم کی ان مجرمانہ حرکات کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ کراچی میں کئی اور گروہ ایسے پیدا ہو چکے ہیں جو بھتہ خوری' ٹارگٹ کلنگ اور دہشت گردی کی اور دوسری بہت سی وارداتوں کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

ہم اپنی عسکری قیادت سے گزارش کرتے ہیں کہ اگر انہیں کوئی بڑا آپریشن کرنا ہی ہے تو پہلے اچھی طرح ہوم ورک کریں، پھر یہ کہ کسی ایک جماعت کو ٹارگٹ نہ کریں بلکہ صرف جرائم پیشہ لوگوں کا تعاقب کر کے انہیں عبرتناک انجام تک پہنچائیں، چاہے اُن کا تعلق کسی جماعت سے ہو۔ کسی سیاسی بلیک میلنگ کو خاطر میں نہ لائیں اور اپنے اس آپریشن کو حتمی اور منطقی انجام تک پہنچائیں۔ ہم سیاسی قیادت سے بھی اپیل کرتے ہیں کہ وہ غور کریں کہ کراچی ہی نہیں پورے ملک کو تباہی و بربادی کا سامنا کیوں ہے؟ کراچی آپریشن عارضی حل ہوگا، لیکن حقیقی اور دائمی حل یہ ہے کہ ہم اپنا جائزہ لیں۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ جب ہم نظریۂ پاکستان کو عملی تعبیر دینے میں ناکام ہوئے تو لسانی اور علاقائی تعصب نے قوم کو گردن سے دبوچ لیا۔ انسانوں کو بھی باہم جڑنے کے لیے ایک طرح کے سیمنٹ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر ہم اسلام کو باہم جڑنے کی بنیاد نہیں بنائیں گے تو لسانیت اور علاقائیت پرستی کے فتنے یقیناً سر اٹھائیں گے۔ ہم نے پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا۔ اگر ہم اسلام کے رشتہ کو ختم کر دیں گے تو سندھی کو بلوچی سے اور بلوچی کو پنجابی سے محبت کیوں ہو اور کس بنیاد پر ہو؟ اگر سڑسٹھ سال کے بعد بھی ہندوستان سے ہجرت کرنے والے مسلمان اور پاکستانی کہلوانے کی بجائے مہاجر کہلوانا چاہیں گے تو اتحاد اور یکجہتی کو کیسے قائم رکھا جا سکے گا۔ ٹوٹ پھوٹ اور شکست و ریخت اِس کا لازمی نتیجہ ہوگا۔ ریاست پاکستان اور مسلمان عوام دونوں کا یہ دینی فریضہ ہے کہ وہ اسلام کے نام پر قائم ہونے والی اس ریاست میں اسلام کا نظام عدل اجتماعی قائم کرے کیونکہ اسلام ہی پاکستان کے وجود کا واحد جواز ہے اور ہر شہری بھی اس حوالہ سے دنیا و آخرت میں جوابدہ ہے اور یہی ملک میں امن و امان قائم کرنے کا نسخہ کیمیا بھی ہے۔

# ایک شخص پوری قوم کو لے ڈوبا

ضمیر اختر خان
zamirakhtarkhan@yahoo.com

فطرت افراد سے تو اغماض کر لیتی ہے لیکن ملت کے گناہوں کو معاف نہیں کرتی۔ ملت کو گمراہ کرنے کا آغاز فرد کرتا ہے۔ وہ پوری قوم کو لے ڈوبتا ہے اور یوں اصل مجرم تو وہی فرد ہوتا ہے۔ اگر ملت ایسے مجرم کے سامنے ڈٹ کر کھڑی ہو جائے تو برے انجام سے بچ جاتی ہے اور اگر مجرم فرد ملت پر غالب آجائے اور وہ ٹھنڈے پیٹوں اس کے غلبے کو قبول کر لے تو وہ بھی شریک جرم قرار پاتی ہے اور پھر اس کو تباہی و ہلاکت سے کوئی نہیں بچا سکتا۔

قرآن مجید نے فرعون کے حوالے سے اس حقیقت کو یوں بیان کیا ہے: ”پس اس (فرعون) نے اپنی قوم کو بہلایا پھسلایا اور انہوں نے اس کی بات مان لی۔ یقیناً وہ نافرمان لوگ تھے۔ پھر جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور ان سب کو ہم نے غرق کر دیا۔ اور ہم نے انہیں ایک گئی گزری قوم اور بعد والوں کے لیے عبرت کا نمونہ بنا دیا“ (الزخرف: 54، 55، 56)۔ ان آیات میں جس طرح فرعون کو گنہگار مجرم قرار دیا گیا ہے اسی طرح اس کی قوم کو بھی مجرم و گنہگار ٹھہرایا گیا ہے۔

فرعون کا گناہ تو ظاہر و باہر ہے کہ اس نے اپنی سلطنت کو خدائی کی علامت قرار دے کر خدائی کا دعویٰ کیا، اور اپنی قوم کو بے وقوف بنایا۔ قوم کا قصور یہ تھا کہ اس نے ایسے گمراہ شخص کو اپنا حکمران تسلیم کر لیا، اور اس کی تمام گمراہیوں میں اس کی پیروی کی۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی قوم پر کوئی گمراہ شخص مسلط ہو جائے، اور وہ اپنی طاقت کے مطابق اسے ہٹانے کی کوشش کرنے کے بجائے ہر غلط کام میں اس کی اطاعت کیے جائے تو وہ بھی مجرم قرار پاتی ہے۔ یہی معاملہ سیدنا ہود علیہ السلام کی قوم عاد کے حوالے سے بیان ہوا ہے۔ فرمایا ”یہ تھے عاد کے لوگ، جنہوں نے اپنے پروردگار کی نشانیوں کا انکار کیا، اور اس کے پیغمبروں کی نافرمانی کی، اور ہر ایسے شخص کا حکم مانا جو پرلے درجے کا جابر اور حق کا پکا دشمن تھا“ (ھود: 59)۔ اسی طرح سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی بات ماننے کے بجائے، ”لوگوں نے فرعون ہی کی بات مانی، حالانکہ فرعون کی بات کوئی ٹھکانے کی بات نہیں تھی“ (ھود: 97)۔

مملکت خداداد پاکستان اس وقت جن مشکل حالات سے دوچار ہے اس کا اصل سبب تو اس مقصد سے انحراف ہے جس کے لیے یہ حاصل کیا گیا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ یہاں اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ دین اسلام کو قائم اور نافذ کیا جائے گا۔ یہ مقصد نہ صرف یہ کہ پورا نہیں ہوا بلکہ من حیث القوم ہم نے اب اس کو فراموش بھی کر دیا ہے۔ البتہ جس چیز نے جلتی پر تیل کا کام کیا ہے وہ نائن الیون کے بعد ایک شخص کا محمد مصطفیٰ ﷺ کو (نعوذ باللہ) چھوڑ کر مصطفیٰ کمال اتاترک کو اپنا Ideal قرار دے کر پوری قوم کو امریکی غلامی میں دینا ہے۔ اب وہ اعتراف کر رہا ہے کہ ”امریکہ کے مخالف دہشت گردوں کو تو پاکستان نے اپنے مخالف دہشت گرد قرار دے کر ان کے خلاف جنگ کی لیکن پاکستان کے مخالف دہشت گردوں کو امریکہ نے کبھی اپنا مخالف دہشت گرد قرار نہیں دیا ہے“ (حالیہ سی این این انٹرویو)۔

اس شخص نے امریکی اتحادی بننے کا فیصلہ اور اعلان کرتے ہوئے قوم کو یہ خوشخبری سنائی تھی کہ اس فیصلے کے نتیجے میں پاکستان میں استحکام، امن اور ترقی ہو گی۔ قوم نے دھوکہ کھا لیا۔ اگر قوم اس دھوکے میں نہ آتی اور اپنے خالق و مالک کے فیصلے ”یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست (اتحادی) نہ بنانا“ (المائدۃ: 51) کو سامنے رکھتے ہوئے ڈرپوک اور خود پرست شخص کے سامنے ڈٹ جاتی تو آج یہ روز بد نہ دیکھنا پڑتا کہ دن دہاڑے پشاور کینٹ کے علاقے میں قوم کے نونہالوں کو خاک و خون میں لت پت کر دیا گیا۔ اس دلدوز واقعے کے بعد پوری قوم پر سکتہ طاری ہے مگر مجال ہے کہ کوئی سوال کر سکے کہ یہ سب کس کا کیا دھرا ہے۔ کیا یہ قومی بے حسی نہیں کہ بچے قوم کے شہید ہوں اور قصاص اس شخص کے اقدام قتل میں ماخوذ مجرموں سے لیا جائے؟ کہیں سے یہ آواز نہیں آئی کہ پکڑو اس بدطینت کو جس نے قوم کو اس حالت تک پہنچایا۔

قوم کے اس سوداگر نے تو ایک موقع پر واشنگٹن کے پاکستانی سفارتخانہ میں ایک پریس کانفرنس میں بڑے فاتحانہ انداز میں کہا تھا کہ میں نے اپنے فیصلوں اور تعلقات کی بدولت پاکستان کے وقار میں اتنا زبردست اضافہ کر لیا ہے کہ میں جب چاہتا ہوں صدر بش سے بات کر لیتا ہوں، جب چاہتا ہوں کوفی عنان سے رابطہ کر لیتا ہوں۔ یہ تھا اس شخص کا قومی و ملکی وقار کا معیار کہ اس نے اپنی ذاتی پذیرائی (وہ بھی عارضی و وقتی) کو ملکی عزت و وقار سمجھا حالانکہ یہ نام نہاد عزت تو ملکی و ملی غیرت کی قیمت تھی جو اس کو دی جا رہی تھی اور وہ نادان اس کو ملک و قوم کی بھلائی سمجھتا رہا اور قوم بھی اس کی اس لاف زنی پر احتجاج کرنے کے بجائے خاموش رہی۔

ان سطور کی ابتدا میں قرآنی حوالے سے جو اصول بیان کیا گیا، اس کی رو سے جب اجتماعی سطح پر خرابی کو برداشت کیا جاتا رہے تو اس کا نقصان بھی اجتماعی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ پوری قوم کو عذاب سے دوچار کرتا ہے اور اس کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیتا ہے۔ کیا اب بھی یہ وقت نہیں آیا کہ ہم اعتراف کریں کہ جب ایک فرد واحد نے ہم پر مسلط ہو کر ہمارے ملکی و ملی مفادات کا سودا کرنا شروع کیا تو ہم نے مداہنت سے کام لیا اور اسی کے نتیجے میں ہم بدترین حالات سے دوچار ہوئے۔

موجودہ دگرگوں حالات سے نکلنے کی ایک ہی صورت ہے کہ ہم انفرادی طور پر اللہ کی جناب میں توبہ کریں اور قیام پاکستان کے مقصد کو از سر نو تازہ کریں اور اجتماعی جدوجہد کے ذریعے اس ملک میں نفاذ اسلام کے لیے نبوی ﷺ طریقے کے مطابق راہیں ہموار کریں۔ علاوہ ازیں فوری طور پر پوری قوم ہم آواز ہو کر، اس فرد کو عدالتی کارروائی کے ذریعے کیفر کردار تک

پہنچائے اور وہ قوتیں جو اس قومی مجرم کو پناہ دیے ہوئے ہیں، ان کو بے نقاب کیا جائے۔ ان کو یہ سمجھایا جائے کہ ایک فرد کو ادارے کا ہم پلہ سمجھنا ادارے کی توہین ہے۔ ہر ادارے میں کالی بھیڑیں ہوتی ہیں۔ ان کو ذبح کرنا اداروں کی نیک نامی کا باعث بنتا ہے۔ خرابی کے سب سے بڑے مجرم کو تختۂ دار پر پہنچا کر ہی اس ملک سے فتنہ وفساد کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔ اگر ہم یہ نہیں کر سکتے اور بظاہر ایسا ہی لگتا ہے تو پھر مزید چرکے سہنے کے لیے تیار رہیں۔ اعاذنا اللہ من ذالک۔

## دعائے مغفرت کی اپیل

☆ حلقہ کراچی شمالی گلستان جوہر 2 کے رفیق جناب فیض محمد کے جوان صاحبزادے مختصر علالت کے بعد رحلت فرما گئے

☆ حلقہ کراچی شمالی سرجانی ٹاؤن کے رفیق جناب سید ولی الدین برین ہیمریج کے باعث رحلت فرما گئے

☆ ناظم حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن شاہد رضا کی پھوپھی انتقال فرما گئیں

☆ ملتزم رفیق سیالکوٹ جنوبی احمد بلال کے ماموں انتقال کر گئے

☆ مبتدی رفیق گوجرانوالہ شہر احمد طارق کی بیٹی کا انتقال ہوگیا

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے، اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ (آمین)۔ قارئین سے بھی مرحومین کے لئے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ
فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

## دعائے صحت کی اپیل

☆ تنظیم اسلامی کے مرکزی ناظم تربیت انجینئر نوید احمد علیل ہیں

☆ معتمد حلقہ گوجرانوالہ انوار احمد خان کی اہلیہ شوگر ر گردوں کے شدید عارضہ میں مبتلا ہیں

☆ ملتزم رفیق گجرات محمد نعیم اشرف بٹ کی ٹانگ کا آپریشن ہوا ہے

☆ مبتدی رفیق نارووال حاجی صفدر ہارٹ اٹیک کی وجہ سے شدید علیل ہیں

☆ ملتزم رفیق گوجرانوالہ حافظ محمد عاصم کے والد کمر اور سانس کی تکلیف میں مبتلا ہیں

اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء و احباب سے بھی دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

# کیا اسی کا نام اخلاق ہے؟

بیگم بینا حسین خالدی، ایڈووکیٹ

میرے ذہن میں یہ سوال ابھرتا رہتا ہے کہ اخلاق کی جامع تعریف کیا ہوسکتی ہے۔ عام طور پر ہمارے معاشرے میں درج ذیل رویوں کو اخلاق سمجھا جاتا ہے بلکہ اخلاق کو چند رویوں میں محدود کرنے پر ہی اکتفا کرلیا جاتا ہے۔ یہ رویہ عامۃ الناس میں پایا جاتا تو کم علمی ہے ہی' یہاں تو دینی جماعتوں میں بھی بالعموم یہی تصورات رائج نظر آتے ہیں:

(1) چہرے پر مسکراہٹ' شیریں بیانی' خوش گپیاں' بذلہ سنجی

(2) منکرات سے نہ روکنا (کہ کہیں دوسرا برا نہ مان جائے)

(3) لوگوں کی خواہشات کی پیروی

(4) سود خوروں کے ساتھ خوش اخلاقی' معاشرتی روابط اور قرابت داری کے نئے سلسلے بنانا...... اور اسی طرح کے بہت سے گناہ کبیرہ میں مبتلا لوگوں سے ان کے اعمال سے چشم پوشی اختیار کرتے ہوئے دوستیاں کرنا اور ان پر محبتیں نچھاور کرنا عین خوش اخلاقی سمجھا جاتا ہے۔

(5) لوگوں کے من چاہے طریقوں کے مطابق اپنا لباس' رہن سہن' اندازِ تکلم' اپنے روزگار کے ذرائع یہاں تک کہ بیٹوں بیٹیوں کے رشتے طے کرتے ہوئے بھی لوگوں کی واہ واہ اور تعریف حاصل کرنے کو ماڈرن ازم سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس ترقی پسندی کو اعلیٰ اخلاق اور عمدہ ذہنیت مانا جاتا ہے۔

(6) دیہات کے ناخواندہ معاشروں میں (جو آبادی کا ساٹھ فیصد ہیں) فالتو کلام' فحش بیانی' لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹی کہانیاں گھڑنے والوں کو سب سے زیادہ پسندیدہ اور مقبول عام شخصیت کا درجہ حاصل ہے۔

ایسے حالات میں لوگوں کو اخلاق کی صحیح تعبیر کون بتائے گا جبکہ خود دینی حلقے بھی ایسے ہی رویوں کے حامل ہیں۔

(7) لوگوں کو مرعوب و متاثر کرنے کے لیے علماء کا باڈی گارڈ رکھنا' قیمتی لباس واشیاء استعمال کرنا' شیریں کلامی اور صرف معروفات کے بیان پر اکتفا کرنا۔ غیر شرعی رسومات مرگ وشادی میں شامل ہونے کے لیے یہ دلیل پیش کرنا کہ پہلے ہم لوگوں کی من چاہی رسومات یا طریقوں میں شامل ہولیں تاکہ لوگ ہمیں اپنا ہم خیال سمجھنے لگیں، پھر ہم دین کی دعوت وتبلیغ ان ہی لوگوں کو کریں گے۔ اس دعوت وتبلیغ کا موضوع بھی صرف دین کے معروفات پیش کرنے تک ہی محدود ہوتا ہے۔

(8) لوگ جمہوریت چاہتے ہیں تو دینی تحریکوں کو بھی جمہوریت پسند ہونا چاہیے۔

(9) لوگ منکرات نہیں سننا چاہتے لہٰذا جس چیز کو لوگ دین سمجھتے ہیں اور جن رسومات کو لوگ دین کا حصہ سمجھ کر حصولِ ثواب کے لیے کرنا پسند کرتے ہیں ان سے لوگوں کو نہ روکا جائے۔

اس کے علاوہ بھی اور بہت کچھ...... یہی وجہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں منکرات پھل پھول رہے ہیں۔

بہت سے علماء کے نزدیک دین اسلام ''اخلاق'' کے ذریعے پھیلا ہے۔ اس نظریئے کے تحت ''بدعتی کی تعظیم'' ''فاسق کی تعریف'' اور ''حرام خوروں کے ساتھ محبت'' کو بعض علماء عین حسن اخلاق سمجھتے ہیں اور عامۃ الناس بھی علماء کے طرزِ عمل کو عین دین کے مطابق سمجھتے ہوئے اسی روش پر چل رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ خوش اخلاقی اللہ کی رضا سے منسلک ہے۔ منکر سے روکنا بھی خوش اخلاقی ہے البتہ انداز کھردرا اور تحکمانہ نہیں ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ خوش اخلاقی کے حوالے سے بھی ہم انسانِ کامل یعنی حضور ﷺ کی سنت کی پیروی کریں۔ آپ ؐ تاریخ کے عظیم ترین مبلغ تھے لیکن منکر کے خلاف جہاد کرنے والوں میں سب سے آگے نظر آتے ہیں۔ اس کے باوجود آپ ؐ انسانی تاریخ کی بہترین خوش اخلاق ہستی کے طور پر تسلیم کیے جاتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

# طلبِ دین، علمِ دین

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
مرسل: مسعود بن ایوب

حضور ﷺ نے ان (صحابہ کرامؓ) میں پہلے دین کی طلب اور علمِ دین کی ضرورت کا احساس پیدا کیا، اور اللہ پر یقین کرنا سکھایا۔ ایک صحابیؓ کا فرمان ہے:

**تعلمنا الإيمان ثم تعلمنا القران** (ابن ماجہ، بیہقی) (ہم نے پہلے اللہ کی باتوں پر یقین کرنا سیکھا، پھر قرآن کا علم حاصل کیا)۔ اسی ایمان کی قوت اور اسی طلبِ صادق میں انہوں نے گھر چھوڑا، مشقتیں برداشت کیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنی نجات اور ہدایت کے لئے ضروری علم حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔ اس کے لئے سفر کو عبادت، اس کی مشقت کو جہاد اور اس راہ کی موت کو شہادت سمجھتا، اور ہر معلم اپنا دینی فریضہ سمجھ کر جو خود جانتا وہ دوسروں کو سکھاتا۔

اس تعلیم وتعلم کی ساخت شروع سے ایسی رکھی گئی کہ علم کے ساتھ عمل اور عمل کے ساتھ علم۔ پوری اسلامی آبادی ایک متحرک اور وسیع علمی درسگاہ تھی جس میں ہر ایک اپنے لئے طالب علم تھا اور دوسرے کے لئے معلم۔ اس علم کے اسباق تنہائیوں میں نہیں یاد کئے جاتے تھے، بلکہ لوگوں کو یاد کرانے میں، دین کو لوگوں میں پھیلانے میں اور اس کی خاطر تکلیفیں جھیلنے اور اس راہ میں جو مصائب پیش آئیں ان کو خوشی سے گوارا کرنے میں تعلیمی اور اصلاح اور تزکیہ نفس کا کام لوگوں کے ملنے جلنے، معاملات کرنے، اور کاروبار زندگی میں انجام کو پہنچتا تھا۔ جس شخص نے کلمہ سیکھ لیا، اللہ اور رسول ﷺ کو حق مان لیا، وہ رزق طلبی کے بجائے خدا طلبی میں لگ گیا۔ یہ تھی وہ تعلیم۔ اس تعلیم کا ذریعہ کتابوں کے جامد نقوش نہ تھے بلکہ چلتے پھرتے نفوس تھے جن کی صحبت ورفاقت سے ہر موقع پر اور ہر ضرورت کی عملی تعلیم ملتی، جن کے ساتھ رہ کر دین کے صرف نظریات ومسائل ہی معلوم نہ ہوتے بلکہ سلیقہ اور ملکہ پیدا ہوتا۔ اسی طرح اہلِ دین کے ساتھ رہ کر بالکل فطری طریقے پر دین کی تعلیم حاصل کی جاتی۔ صحبت واختلاط سے اور کتابوں کے نقوش کے بجائے نفوس سے دین سیکھنا سکھانا انبیاء کا امتیاز اور حضور ﷺ کا طرز خاص ہے۔

مندرجہ بالا خصوصیات کے علاوہ ایک خاص چیز یہ تھی کہ مسلمانوں کو ضروری علم دین حاصل کرنے کے لئے اپنے ماحول سے نکلنے اور ان مشاغل کو عارضی طور پر چھوڑنے کی دعوت دی گئی جن میں وہ منہمک تھے اور جن کی موجودگی میں وہ علم کے لیے یکسو اور فارغ البال نہیں ہو سکتے تھے اور اس ماحول اور اپنے مخصوص حالات میں اپنی زندگی میں کوئی تبدیلی اور موثر انقلاب برپا نہیں کر سکتے تھے۔

دین اور علم دین کے حصول کے لئے کسی درجہ کی عملی جدوجہد، مالی وجانی ایثار وقربانی اور جسمانی محنت ومشقت کی بھی شرط تھی۔ دین کی محبت وطلب صادق کا امتحان یہ ہے کہ انسان اس کی خاطر اپنے مالوفات کو (یعنی جن چیزوں سے وہ مانوس ہے) چھوڑ دینے کے لئے تیار ہو جائے کہ انسان کے لئے سب سے بڑا جہاد، مالوفات کا ترک اور نفس کی مخالفت ہے یہ بات ترک وطن میں بآسانی حاصل ہوتی ہے کہ وطن صدہا مالوفات ومرغوبات کا جامع ہے اور اس کی مفارقت نفس پر بے حد گراں ہے، اسی کا نام قرآن وحدیث کی وسیع اصطلاح میں ہجرت ہے۔

سورۃ النساء آیت نمبر 89 میں ہجرت کے سلسلے میں فرمایا گیا: ﴿فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط﴾ ”ان میں سے کسی کو دوست نہ بناؤ جب تک اللہ کی راہ میں وطن نہ چھوڑیں“ اور سورۃ البقرہ آیت نمبر 218 میں فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ o﴾ ”جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے وطن چھوڑا اور لڑے اللہ کی راہ میں یہی لوگ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں۔“

مولانا الیاسؒ فرماتے تھے کہ عادات خداوندی عموماً دین میں اپنی جدوجہد کی مقدار کے ساتھ وابستہ ہیں، آدمی کسی مقصد کے لیے جتنا اپنے آپ کو ذلیل کرتا ہے اور تکالیف کو جھیلنے کے ذریعہ اپنے حالات، جوارح، قلب اور قوتوں کی شکستگی اور تعب وانکسار کو پہنچتا ہے، اتنا ہی حق تعالیٰ کی رحمت کے نزول کا سبب ہوتا ہے، کسی راہ کی ذلت کو اٹھائے بغیر اس کی عزت کو پہنچنا عادتاً نہیں ہوتا۔

عہد رسالت اور صحابہؓ میں کوئی ایسی استثنا اور تخصیص نہ تھی۔ طلب دین اور خدمت دین اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق ایک عمومی فریضہ تھا جس سے نہ مدینہ کا تاجر مستثنیٰ تھا نہ کاشت کار ومزارع۔ عہد رسالت میں ہر مسلمان، خواہ وہ کاشت کار ہو یا تاجر، فقیر ہو یا دولت مند، جاہل ہو یا عالم، طلبِ دین اور خدمتِ دین کے لیے کچھ وقت صَرف کرتا تھا، فراغت وفرصت میں وہ کسب معاش اور ضروری مشاغل زندگی میں بھی مشغول رہتا تھا، لیکن دینی ضرورت کے وقت اس کو سارے مشاغل کو ملتوی کر کے اس میں شرکت کرنی ضروری تھی۔ جنہوں نے اس میں پہلوتہی کی یا اپنے مشاغل ومالوفات کو ترک نہ کر سکے ان کے عتاب سے سورۂ توبہ لبریز ہے۔ انصارؓ کی ایک جماعت نے جب کچھ مدت کے لئے اپنے کاروبار کی اصلاح وخبر گیری اور گھر رہنے کے لئے جہاد سے رخصت چاہی کہ اب تو اسلام کی اشاعت بہت ہو گئی ہے اور اس کے خدمت گزار بہت پیدا ہو گئے ہیں، یعنی غلبہ پوری طرح ہوتا نظر آ رہا تھا، اس وقت سورۃ البقرہ آیت نمبر 195 میں اللہ ان لوگوں سے فرماتا ہے: ﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ج﴾ ”اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو“، یعنی یہ کہ اس طرح دشمن مضبوط اور تم کمزور ہو جاؤ گے۔

گویا خدمت دین اور علائے کلمۃ اللہ کی کوشش سے علیحدگی یا دوری خودکشی کے مترادف ہے۔ جو رفقاء عموماً اپنے ماحول میں گھرے رہ کر اور اپنے مشاغل ومعمولات میں پھنس کر دین حاصل کرنے کے لئے وقت نہیں نکال سکتے نہ اس کی طرف پوری توجہ کر سکتے ہیں اور نہ اس کے پورے اثرات قبول کر سکتے ہیں، ان کو چاہیے کہ عارضی ترک وطن اختیار کرنے پر آمادہ کیا جائے جس میں وہ کچھ مدت کے لئے یکسو اور فارغ البال ہو کر دین حاصل کر سکیں اور اہل دین، اکابر کی صحبت وخدمت سے استفادہ کر سکیں۔ ایک شرعی نظام اور ایک دینی زندگی میں رہنے کی ان کو عادت پڑ سکے۔ ان کے لیے ایک بہترین دینی ماحول مل جائے گا جو ان کو اپنے گھر اور مشاغل میں میسر نہیں آ سکتا۔ ان کا یہ نکلنا خود ان کے لئے اور دوسروں کے لئے مفید ومبارک، سبق آموز اور انقلاب انگیز ہوگا۔

(ماخوذ از: مسلمانوں کی عمومی تعلیم وتربیت)

## امیر حلقہ جنوبی پنجاب کا دورہ ڈی جی خان خطاب عام و اُسرہ ڈی جی خان کا قیام

4 فروری 2015ء بروز بدھ امیر حلقہ جنوبی پنجاب ملتان سے آٹھ بجے ڈی جی خان کے لئے روانہ ہوئے۔ راستے میں چوک قریشی سے ناظم کوٹ ادو جناب جام عابد حسین اور دو رفقاء کو اپنے ساتھ لیا۔ ساڑھے دس بجے آرٹس کونسل ڈی جی خان پہنچے۔ جہاں چودھری امین (ریٹائرڈ ڈی سی او) اپنے ساتھیوں کے ہمراہ منتظر تھے۔ استقبال کے بعد مہمانوں کو چائے پلائی۔ اس پروگرام میں اسرہ تونسہ شریف کے نقیب اور ڈی جی خان کے رفقاء بھی شریک تھے۔ پونے بارہ بجے پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ بارہ بجے سے ایک بجے تک امیر حلقہ نے ایک گھنٹہ کا خطاب کیا۔ خطاب کا عنوان ''قرآن مجید اور اُسوہ رسول اکرم ﷺ'' تھا۔ اس پروگرام میں تقریباً 1500 مرد حضرات اور 200 خواتین نے شرکت کی۔ یہ پروگرام بہت کامیاب رہا۔

خطاب عام کے بعد امیر حلقہ اور رفقاء ڈی جی خان محمد آصف کی رہائش گاہ پر پہنچے۔ نماز ظہر کی ادائی کے بعد رفقاء سے تفصیلی ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد امیر حلقہ نے باہم مشورے سے محمد آصف کو نقیب اسرہ ڈی جی خان مقرر کیا، اور باقاعدہ منفرد اسرے کے قیام کا اعلان کیا۔ اس کے بعد رفقاء کو ظہرانہ پیش کیا گیا۔ اور تقریباً 4 بجے ملتان واپس روانہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اُن کوششوں کو شرف قبولیت سے نوازے اور ہمیں اپنے دین کی سربلندی کے لئے تن من دھن لگانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (مرتب: شوکت حسین انصاری)

## حلقہ لاہور شرقی کے زیر اہتمام سہ ماہی پروگرام

5 فروری 2015ء صبح ساڑھے نو بجے مسجد نور باغ میں حلقہ لاہور شرقی کے تحت سہ ماہی پروگرام کا انعقاد ہوا۔ الحمدللہ پروگرام مقررہ وقت پر شروع ہوا۔ میزبانی کے فرائض خلیل احمد معاون خصوصی امیر حلقہ لاہور نے سرانجام دیے۔ حافظ محمد قاسم رفیق تنظیم گڑھی شاہو تنظیم نے پُرسوز آواز میں سورۃ آل عمران کے آخری رکوع کی تلاوت فرمائی۔ امجد محمود ملتزم رفیق (اندرون شہر) نے درس حدیث قدسی کی روشنی میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ میری محبت لازم ہو گئی ان لوگوں پر جو میری خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور میرے لیے ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ انہوں نے نہایت مدلل انداز میں جماعتی زندگی کی اہمیت کو اجاگر کیا اور کہا کہ ہم سب کو دین کے کام کے سلسلے میں ایک دوسرے کا ممد و معاون ہونا چاہیے۔ ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہیے۔ ساتھیوں کے حالات سے باخبر ہونا چاہیے۔ اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہونا چاہیے۔ اس کے بعد شہباز احمد ملتزم رفیق (شمالی تنظیم) نے (ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے) کے عنوان پر سالانہ اجتماع کے حوالے سے گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کی محبت کلی اطاعت کے ساتھ اور تمام معاملات میں مکمل توحید پر ہونی چاہیے۔ اللہ کو جزوی اطاعت پسند نہیں ہے۔ محبت کے ساتھ کلی اطاعت تمام معاملات میں توحید کا پابند ہونا ہے۔ انہوں نے کہا کہ سورۂ توبہ کی آیت 111 میں اللہ نے لوگوں کی جان و مال کو خرید لیا ہے۔ جنت کے بدلے میں اور یہ خوش خبری آج میرے اور آپ کے لیے بھی ہے۔ اس لیے اللہ کی محبت کو پانے کے لیے ہمیں اپنے امیر کی ہر معروف بات کو ماننا چاہیے۔ اس کے ساتھ انہوں نے سمع و طاعت کی اہمیت پر بخاری شریف کی روایت پر سیر حاصل گفتگو کی۔ اس کے بعد مجیب الرحمان (اندرون شہر) تنظیم کے رفیق نے نظام العمل کی اہمیت پر زور دیا اور کہا کہ ہر رفیق تنظیم کو نظام العمل کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اُسرہ کا نظام زیادہ سے زیادہ مضبوط ہونا چاہیے۔ اسرہ میں رفقاء کی تعداد زیادہ ہونے کی صورت میں نقیب زیادہ بہتر انداز میں کام نہیں کر سکتا۔ اس لیے اسرہ کا یونٹ جونہی بڑا ہو۔ اس کو دو حصوں میں تقسیم کرنا چاہیے تاکہ نقیب اسرہ اپنے رفقاء سے رابطہ رکھ سکے۔ انہوں نے مزید فرمایا کہ اُسرہ کا مقصد اللہ کی رضا کے لیے ملنا ہے۔ اس لیے رفیق کا نقیب کے ساتھ تعلق ایسا ہونا چاہیے کہ صحابہ کی یاد تازہ ہو جائے۔ اس کے بعد راقم نے حالاتِ حاضر کے عنوان گستاخانہ خاکوں کی اشاعت، مغرب کی ڈھٹائی، اُمت مسلمہ کی رسوائی کے عنوان پر گفتگو کی۔ گفتگو کا آغاز نبی اکرم ﷺ کی ایک حدیث سے کیا گیا۔ جس کے مفہوم کے مطابق کہ اب فیصلہ کن جنگ کی تیاریاں مکمل ہونے والی ہیں اور یہود و نصاریٰ کی بھرپور کوشش ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ذات کو مضحکہ خیز اور شرانگیز کارٹونز کی شکل میں پیش کیا جائے اور مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی جائے۔ انہوں نے کہا کہ ہر مسلمان جو فرائض کا اہتمام نہ بھی کرتا ہو لیکن آپ ﷺ کی شان میں گستاخی برداشت نہیں کرتا ہے۔ یہ بات بھی زیر بحث آئی کہ خود مغرب نے آزادی رائے کے دوہرے معیار مقرر کر رکھے ہیں۔ اپنے ملک میں اعلیٰ شخصیات کے کارٹونز بنانے پر رسالوں کو جرمانے کیے جاتے ہیں اور آپؐ کی ذات پر کارٹونز بنانے والوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ راقم نے سورہ آل عمران کی آیت 31 کا حوالہ دیتے ہوئے بیان کیا کہ ''اے نبیؐ، لوگوں سے کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو تم میری پیروی کرو، پھر اللہ تم سے محبت کرے گا۔'' اس بات پر بھی توجہ دلائی گئی کہ ہمیں اپنی جماعتی زندگی میں دعوتی کام کو تیز کرنا چاہیے تاکہ جلد از جلد ایک بڑی تعداد میں باطل نظام سے ٹکرانے والے رفقاء جمع ہو جائیں اور یہود و نصاریٰ کے مقابلے میں آجائیں تاکہ آئندہ کوئی آپ ﷺ کی ذات میں گستاخی کا مرتکب نہ ہو سکے۔

اس کے بعد حلقہ کے ناظم دعوت شکیل احمد نے اپنے موضوع سالانہ اجتماع سعادتیں حاصل کرنے کا نادر موقع پر گفتگو کی۔ انہوں اجتماع کی اہمیت اور افادیت کو رفقاء پر واضح کیا۔ انہوں نے اپنے تجربات کی روشنی میں اجتماع پر جانے کے فوائد بھی بتائے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ رفقاء کے لیے امیر تنظیم کی پکار پر لبیک کہنے کا یہ نادر موقع ہے۔ اس سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہیے۔ انہوں نے رفقاء سے اپیل کی کہ وہ سالانہ اجتماع میں جان و مال کا انفاق کریں اور اجر و ثواب حاصل کریں۔

امیر حلقہ نے سورۃ آل عمران کی آیات 185-186 کی روشنی میں موت کی حقیقت اور اُس کی تیاری کے حوالے سے تذکیری بیان فرمایا۔ اُنہوں نے کہا کہ عرب کے فرمانروا شاہ عبداللہ کا حال ہی میں انتقال ہوا اور وہ شنید ہے کہ دنیا کا چوتھا یا پانچواں امیر آدمی تھا۔ اُس کے کردار کو ایک طرف رکھ کر سوچیں کہ وہ اپنے ساتھ کیا لے کر گیا۔ ساری دولت دھری کی دھری رہ گئی۔ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے ساتھ مال، اولاد، اور اعمال جاتے ہیں۔ لیکن مال اولاد واپس آجاتے ہیں، اعمال ہی جاتے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ یہ دنیا ایک امتحان گاہ ہے۔ اس میں بے فکری نہ کی جائے۔ ہمیں یہ سوچنا ہوگا کتنا وقت مال کمانے کے لیے لگ رہا ہے اور کتنا وقت دین کے کاموں میں لگ رہا ہے۔ انہوں نے رفقاء سے یہ بھی کہا کہ وہ قرآن کی تلاوت کو روزانہ کا معمول بنالیں۔ روزانہ کی بنیاد پر استغفار کا اہتمام کریں اور کوشش کریں کہ سید الاستغفار کو بھی یاد کریں، اور رفقاء اپنے اعمال کا جائزہ لیتے رہنا چاہیے کیونکہ دوسروں پر اس کا اثر ہوتا ہے۔ انہوں نے مزید فرمایا کہ رفقاء فرائض کی پابندی، تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز، قرآن مجید کی تلاوت کا معمول بنائیں۔ مستقل مزاجی اختیار کریں۔ کم از کم ایک پارہ تلاوت کریں۔ تہجد کا اہتمام کریں۔ نماز ظہر پر دعا کے ساتھ اس پروگرام کا اختتام ہوا۔ اس میں حلقہ لاہور شرقی کے تقریباً 200 رفقاء شریک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اقامت دین کی اس جدوجہد میں ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ (محمد عظیم: ناظم نشر و اشاعت حلقہ لاہور شرقی)

## حلقہ لاہور شرقی کے زیر اہتمام رائز کالج میں خصوصی پروگرام

حلقہ لاہور شرقی کے زیر اہتمام رائز کالج گلبرگ میں ویلنٹائن ڈے کی حقیقت پر

13 فروری کو خصوصی پروگرام کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں حلقہ کے ناظم دعوت جناب شکیل احمد نے بیان کیا۔ اس خصوصی پرگرام کے لیے کالج کے ایک سٹوڈنٹ اور تنظیم اسلامی کے حبیب جناب محسن نے بھرپور محنت کی۔ انہوں نے کالج کے سٹوڈنٹس تک اس پروگرام کی اطلاع کے ساتھ ساتھ اس پروگرام کی افادیت کو واضح کیا۔ ان کی خصوصی کاوشوں سے پروگرام کا باقاعدہ آغاز 13 فروری بعد از نماز جمعہ ہوا۔ ناظم دعوت شکیل احمد نے ویلنٹائن ڈے کی حقیقت بیان کی۔ انہوں نے ویلنٹائن کی حقیقت کے ساتھ یہ بات بھی واضح کی کہ یہ دن خالص مشرکانہ رسم کے طور پر منایا جاتا ہے اور ایک مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ ایسی رسومات میں شرکت کریں۔ انہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ اس دن بہت بے حیا کام ہوتے ہیں جن کی دین اسلام ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ دین اسلام تو حیا کی تلقین کرتا ہے اور اسلام یہ چاہتا ہے کہ ایک حیاء دار معاشرہ وجود میں آئے۔ جبکہ مشرک اور کافر یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے معاشرہ کو بے حیائی اور بے راہ روی میں جھونک دیا جائے۔ انہوں نے سورہ بنی اسرائیل کی آیات کی روشنی میں یہ بھی واضح کیا کہ کس طرح اسلام بے حیائی کی طرف جانے والے تمام راستوں پر پابندی لگاتا ہے۔ انہوں نے اپنی گفتگو میں نبی کریم ﷺ کے کئی فرمودات بھی سنائے اور پروگرام کے آخر میں تنظیم اسلامی حلقہ لاہور کی طرف سے چھاپے گئے بروشر کا بھی مطالعہ کرایا اور بعدازاں اس بروشر کو شرکاء میں تقسیم بھی کیا گیا۔ اس طرح پروگرام کے اختتام پر سٹوڈنٹس کے سوالات کے جوابات بھی دیئے گئے۔ اس پروگرام میں تقریباً 120 سی اے کے سٹوڈنٹس شریک ہوئے۔ پروگرام ایک گھنٹہ جاری رہا۔ پروگرام کے اختتام پر ناظم دعوت نے محسن صاحب کا بھی شکریہ ادا کیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حلقہ لاہور شرقی کے منتظمین کو اس پروگرام کو منعقد کرنے پر اجر عظیم عطا فرمائے اور ان کی محنتوں کو قبول فرما کر توشۂ آخرت بنادے۔ (آمین)

(مرتب: محمد عظیم : ناظم نشر واشاعت حلقہ لاہور شرقی)

## حلقہ لاہور شرقی کے زیر اہتمام قصور میں خصوصی دعوتی پروگرام

حلقہ لاہور شرقی کے منفرد اسرہ قصور کے زیر اہتمام قصور میں 15 فروری بروز اتوار نقیب اسرہ جعفر صدیق کی رہائش گاہ پر خصوصی دعوتی پروگرام کا انعقاد کیا گیا، پروگرام کے لئے اسرہ قصور کے رفقاء نے دل جمعی کے ساتھ دعوت کا کام کیا اور پروگرام سے پہلے انفرادی ملاقاتوں کے ذریعے بھی احباب کو پروگرام میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ پروگرام کا آغاز بعد نماز مغرب ہوا۔ پروگرام کا موضوع ''دنیا کی حقیقت'' تھا، جس پر بیان کرنے کے لیے حلقہ لاہور شرقی کے ناظم دعوت جناب شکیل احمد لاہور سے تشریف لے گئے تھے۔ انہوں نے اپنی گفتگو کا آغاز سورۂ کہف کے آخری رکوع کی آیات سے کیا۔ بعدازاں قرآن مجید کے مختلف مقامات سے دنیا کی حقیقت کو واضح کیا۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی زندگی سے چند واقعات بھی بتائے کہ نبی کریم ﷺ کی زندگی کیسی تھی۔ انہوں نے احباب کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا کہ ہمیں دنیا کی زندگی میں بھی اسوہ رسول ﷺ سے رہنمائی لینی ہوگی۔ نبی کریم ﷺ کی روشن زندگی دین کی جدوجہد کے لیے وقف تھی۔ آج ہمارے اوقات کہاں لگ رہیں ہمیں سوچنا ہوگا۔ انہوں نے اس حوالے سے صحابہ کرامؓ کی زندگیوں اور سلف میں بہت سے اکابر علماء کی زندگی کے واقعات بھی بتائے۔ آخر میں انہوں نے شرکاء پر زور دیا کہ وہ اپنے روزہ مرہ کے معمولات پر غور وفکر کریں اور اپنے فرائض کو ادا کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں، آخرت کی فکر کریں۔ جس کے بعد کوئی موت نہیں اور وہاں کی کامیابی ہی اصل کامیابی اور وہاں ناکامی اصل ناکامی ہے۔ انہوں نے آخرت کی زندگی کی مثال حدیث نبوی ﷺ سے پیش کی کہ کس طرح ایک شخص جس نے دنیا میں تکالیف اور مصیبتیں برداشت کی ہوں گی، لیکن اللہ کی اطاعت پر قائم رہا ہوگا تو اللہ جب جنت میں کچھ لمحات کے لیے اسے بھیجیں گے تو وہ دنیا کی ساری تکالیف کو بھول جائے گا۔ جنت کا ایک لمحہ اُسے دنیا کے سارے غم بھلا دے گا۔ اس پروگرام میں تقریباً 150 افراد نے شرکت کی۔ آخر میں احباب کی چائے کے ساتھ تواضع کی گئی۔ اس پروگرام کے جملہ انتظامات منفرد اسرہ قصور کے رفقاء نے کیئے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ رفقاء کی ان محنتوں کو قبول فرما کر توشۂ آخرت بنادے۔ (آمین)

(مرتب: محمد عظیم: ناظم نشر واشاعت حلقہ لاہور شرقی)

## ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 24 سال، تعلیم الیکٹریکل انجینئرنگ، پردے کی پابند کے لیے دینی شعور رکھنے والے تعلیم یافتہ اور برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 042-36630920 0322-4448269

☆ بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم بی اے (آنرز) ماس کمیونیکیشن کے لئے لاہور سے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ، ملازمت پیشہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔
والدین رابطہ کریں۔ برائے رابطہ: 0345-4536904

☆ رفیق تنظیم اسلامی ملتان کینٹ کو اپنی بیٹی، عمر 32 سال، تعلیم ایف اے کے لئے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ والدین رابطہ کریں۔
برائے رابطہ: 0300-6356139

☆ لاہور میں رہائش پذیر کشمیری فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 30 سال، تعلیم ایم اے انگلش PGD(ELT) کے لئے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ اور برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0303-4230279


قرآن اکیڈمی یٰسین آباد سے
تین (3) آن لائن کورسز کا اجرا
بیان القرآن
قرآن حکیم کے مکمل ترجمہ وتفسیر کے اسباق
داعیٔ قرآن ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ
پیر تا جمعرات دن ۱۲ سے ۱ بجے
اربعین نوویؒ
امام نوویؒ کی تالیف کردہ احادیث کی تشریح
داعیٔ قرآن ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ
پیر تا جمعرات دوپہر ۳ تا ۴ بجے
قرآنی آیات کی صرفی و نحوی تحلیل
استاذ عاطف محمود صاحب
براتوار سہ پہر 3:30 تا 5:00
برائے رجسٹریشن www.QuranAcademy.com
برائے رابطہ onlinecourses@quranacademy.com

# Masters of the Internet:

# GCHQ scanned entire countries for vulnerabilities

GCHQ is scanning servers in multiple foreign countries for vulnerable ports, according to German newspaper Heise. Using a tool called Hacienda, the intelligence agency seeks to 'master the internet' for sources of espionage. Spanish for estate, Hacienda can port scan all of the servers in a country to provide information on user endpoints and scan for potential vulnerabilities. The ability to port scan is not new, but the scale of its use by government spies, with 27 countries scanned by 2009, has shocked many familiar with the software.

*"In 2009, the British spy agency GCHQ made port scans a 'standard tool' to be applied against entire nations,"* Heise reports. *"Twenty-seven countries are listed as targets of the Hacienda [program]."*

The process of scanning entire countries and looking for vulnerable network infrastructure to exploit is consistent with the meta-goal of "*Mastering the Internet*", which is also the name of a GCHQ cable-tapping program. Targeted protocols include SSH, HTTP and FTP, among others.

Systems may be attacked simply because they might eventually create a path towards a valuable espionage target, even without indications this will ever be the case. Based on this logic, every device is a target.

The database resulting from the scans is shared with other spy agencies in the UK, US, Canada, Australia and New Zealand. MAILORDER is described in the documents as a secure transport protocol used between the *'Five Eyes'* spy agencies to exchange collected data.

System and network administrators face the threat of industrial espionage, sabotage and human rights violations created by nation states indiscriminately attacking network infrastructure and breaking into services.

GCHQ says it will not comment on *"intelligence matters"* but reiterates that everything that it does is done within a strict legal framework. *"It is a longstanding policy that we do not comment on intelligence matters,"* a GCHQ spokesperson told The Inquirer.

*"All of GCHQ's work is carried out in accordance with a strict legal and policy framework, which ensures that our activities are authorized, necessary and proportionate, and that there is rigorous oversight, including from the Secretary of State, the Interception of Communications and Intelligence Services Commissioners and the Parliamentary Intelligence and Security Committee.*

*"All our operational processes rigorously support this position,"* they added.

British intelligence is permitted to go further in surveillance than similar agencies in other Western countries, according to Edward Snowden. The former NSA contractor believes the powers of the British intelligence establishment are not restricted effectively enough by *"law or policy"*. The lack of legal restrictions allows UK intelligence services to target more people than is necessary.

**<u>Source:</u> http://www.rt.com**